www.roohulmadina.com

Whatsapp : +923352404707

کشفِ احوال

ردِّ مسلک اعتدال

﴿مصنف﴾

مفتی حیدر علی قادری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

جناب ثاقب اقبال شامی صاحب کی کتاب ''مسلکِ اعتدال'' نظر فقیر سے گزری جس میں شامی صاحب نے اپنا پورا زور اس بات کو ثابت کرنے پر لگا دیا کہ اگر کوئی شخص اپنی دانست میں کسی بھی عمل کو جائز سمجھتے ہوئے ائمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام کے قول مرجوح یا ضعیف کو اختیار کر لیتا ہے....... تو ایسا کرنا اُس کے حق میں جائز ہے....... چاہے اُس کا یہ اختیار شدہ عمل اس کے مذہب میں ناجائز و حرام ہی کیوں نہ ہو.... اور نہ ہی اس کی وجہ سے اُس کی تفسیق کی جائے گی..... اور نہ ہی اُسے اس مُنکر کے ارتکاب

سے منع کیا جائے گا۔

لہذا شامی صاحب نے ایسے تمام مُفتیان کرام کو تلبیس ابلیس (یعنی شیطان کے مکروفریب) کا شکار قرار دیا...... جو ایسے اُمور میں سختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عامل قول مرجوح کی بسبب ارتکابِ حرام تفسیق کرتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں شامی صاحب نے اپنی کتاب کے خلاصہ اور مرکزی تصور کو واضح کرتے ہوئے امام اہل سُنت کی "**الحدیقة الندیه**" سے نقل کردہ عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے....... یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کے امامِ اہل سنت کا بھی یہی مذہب ہے کہ غیر مجتہد مقلّد اگر کسی بھی امام کے قول پر عمل کرلے..... اگرچہ وہ عمل اس کے مذہب میں ناجائز و حرام ہو لیکن کسی اور امام کے مذہب میں اُس کا جواز نکلتا ہو تو ایسے شخص پر انکار نہیں کیا جائے گا...... اور نہ ہی وہ اس سبب سے حرام کا مرتکب کہلائے گا۔

لہذا ہم نے مناسب سمجھا کہ شامی صاحب کی غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے اور اس بات کا احساس دلایا جائے کہ جناب نے کس قدر قول شنیع کا ارتکاب کیا ہے اور امامِ اہل سُنت و دیگر

اکابرین اہل سُنت کے اقوال سے ان کے موقف کا بطلان ظاہر کیا جائے اور امام اہل سنت کے موقف کو توڑ مروڑ کر اپنے فاسد موقف کی تائید میں پیش کرنے پر شامی صاحب کا ردبلیغ کیا جائے۔

چونکہ شامی صاحب نے امام اہل سُنت کی کچھ عبارات کو بنیاد بنا کر عوام اہل سُنت کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ میرا موقف امام اہل سنت ہی کے موقف کے مطابق ہے اس لئے ہم امام اہل سنت ہی کی عبارات اور دلائل کو بنیاد بنا کر شامی صاحب کی فکر باطل کا رد کریں گے اور اکثر عبارات سیدی اعلیٰ حضرت ہی کی پیش کریں گے اور آخر میں یہ عرض کریں گے کے اگر آپ واقعی ہی امام اہل سنت کے خادم و عاشق ہیں تو حق ظاہر ہونے کے بعد اپنے قول سے رجوع کریں۔

اعلیٰ حضرت کے نزدیک امام معیّن کی تقلید اور مخالفت امام کا حکم

شامی صاحب اپنی کتاب مسلک اعتدال صفحہ 42 پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی ایک عبارت پیش کرنے کے بعد استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"معلوم ہوا کہ کوئی ایسا فعل جو ہمارے نزدیک حرام ہو اور وہ ہمارے مذہب میں کسی قول کے مطابق اگرچہ وہ قول ضعیف ہو جائز قرار پاتا ہو یا کسی اور مذہب کے کسی قول کے مطابق وہ جائز قرار پاتا ہو تو اگر کوئی شخص اُس فعل کو جائز سمجھ کر کرے تو خاص اُس فعل کی وجہ سے اُس پر طعن تشنیع کرنا اُسے گناہ گار و فاسق کہنا اور نہی عن المنکر کرنا جائز نہیں بشرطے کہ وہ قول اس قدر سخت ضعیف نہ ہو کہ کالعدم کی منزل میں ہو"

یہ تو تھا شامی صاحب کا اپنا استدلال جس کی قلعی ہم اعلی حضرت کی پیش کردہ عبارات کے سیاق وسباق کی روشنی میں کھولیں گے لیکن پہلے ہم امامِ اہل سُنت کا اس مسئلہ سے متعلق

اصل مؤقف آپ حضرات کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

عباراتِ امام کے پیش کئے جانے سے قبل یہ جان لیں کہ !

غیرِ مجتہد عالم و مُفتی کا بلا ضرورتِ شرعیہ اپنے مذہب کے فعل حرام کا ارتکاب کرتے ہوئے قول امامِ معین کی مخالفت.....یا..... مذہبِ معین سے خروج ناجائز ہے...... لہذا ایسا عمل اُس کے لئے باعث گناہ ہے کیونکہ باالتفاقِ ائمہ مجتہدین تقلید شخصی واجب ہے اور اگر یہ اجازتِ عامہ دے دی جائے کہ کوئی بھی عامی...یا...فارغ التحصیل عالم و مُفتی ناقل کسی بھی قول کو اختیار کر سکتا ہے تو مذہب فقہی کی بنیاد ہی سرے سے منہدم ہو جائے گی اور ائمہ دین کا اپنی ساری عمر ایک فضول و لایعنی کام میں صرف لازم آئے گا..... فقہائے مذاہب اربعہ کا اپنے اپنے مذہب کی تائید میں کتابیں لکھنا اور مناظرے کرنا ساری عمر خود کو حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی کہنا ایک بیکار اور فضول کام ثابت ہوگا۔

اور ایسے ہی قول کے سبب فتنہ غیر مقلّد یت کا ظہور ہوا اور شامی صاحب اسی فتنے کو عوام اہل سُنت کے لئے ہوا

دینے کا باعث بن رہے ہیں۔

امامِ اہل سُنت سیّدی اعلیٰ حضرت اپنے شہرہ آفاق رسالے "اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام" میں علامہ ابن عابدین شامی سے سرزد ایسے ہی قول

"کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا بلکہ وہ کسی بھی قول پر عمل کرسکتا ہے"

کا شدید رد کرتے ہوئے فرمایا !

"اقول و ھذا و ان کان قیلا باطلا مغسو لا قد صرح ببطلانہ کبار الائمۃ الناصحین، و صنف فی ابطالہ زبر فی الاولین و الاٰخرین، و قد حدثت منہ فتنۃ عظیمۃ فی الدین، من جھۃ الوھابیۃ الغیر المقلدین، و اللہ لا یصلح عمل المفسدین"

"میں کہتا ہوں یہ اگرچہ ایک باطل و پامال قول تھا بزرگ ناصح وخیرخواہ ائمہ نے اس کے بطلان کی تصریح بھی فرمادی ہے اوراس کے ابطال کے لئے اولین وآخرین میں متعدد کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، اس کی وجہ سے وہابیہ غیر مقلدین کی جانب سے دین میں عظیم فتنہ بھی پیدا ہوا ہے اور خدا مفسدوں

کا کام نہیں بنا تا۔

(فتاوی رضویہ جدید۔جلد 1۔صفحہ،158)

اللہ اللہ...... غور کریں ثاقب شامی صاحب امام اہلِ سُنت سرے سے اس قول و نظریے ہی کو باطل قرار دے رہے ہیں...... جس کی بنیاد پر آپ نے پوری کتاب لکھ ڈالی.... علامہ ابن عابدین شامی جیسے محقق کے قول کو مردود باطل قرار دے رہے ہیں اور یہ اس لئے بھی کہ علامہ شامی کا یہ قول خود اپنے عمل کے بھی برعکس ہے جسے ہم تفصیل سے آگے بیان کریں گے۔

اعلی حضرت کے نزدیک ایسے شخص کی تفسیق نہ کرنا اور اسے نہی عن المنکر نہ کرنا باطل محض اور مردود ہے......... جو کسی بھی امام کے قول کو اختیار کرتے ہوئے اپنے مذہب کے حرام کا ارتکاب کرے..... بلکہ امام اہل سنت کے نزدیک یہ عمل مُفسدین ہے اور ایسا شدید قول ہے کہ اسی کے باعث غیر مقلدین کا فتنہ وجود میں آیا۔

اب جسے اعلی حضرت باطل و مردود اور عمل مفسدین قرار دے چکے اُسی کو بنیاد بنا کر لوگوں کو جواز کا اختیار دینا یقینا

ناجائز وحرام ہے کہ جب آپ کے نزدیک ایسا قولِ مرجوح جس میں ایسا شدید ضعف ہو کے وہ قول ہی کالعدم کی منزل میں ہو اُس کا اختیار کرنا جائز نہیں....... تو پھر یہ باطل ومردود موقف جسے امام اہلِ سُنت عملِ مفسدین اور فتنہ عظیمہ کا سبب قرار دے چکے کیسے جائز و درست ہوسکتا ہے۔

بلکہ شامی صاحب خود آپ ہی کا یہ مؤقف اپنے ضعف کے باعث کالعدم ہے چہ جائکہ اس کی بنا پر خروج عن المذہب کی کھلی چھٹی دے دی جائے۔

اب آگے بڑھئے اور پڑھئے کے اعلیٰ حضرت مزید کیا فرماتے ہیں:

"ولعمری هؤلاء المبیحون فمن العلماء غفر اللہ تعالی لنا بهم ان سبرتهم واختبر تهم لو جدت قلوبهم عنه أبیة عما یقولون، وصنیعهم شاهدا انهم لا یحبونه ولا یریدون، ولا یجتنبونه بل یحتنبون، ویقولون فی مسائل هذه تعلم وتکتم کیلا یتجاسر الجهال علی هدم المذهب ثم طول اعمارهم یتمذهبون لامامهم ولایخرجون عن المذهب فی افعالهم واقوالهم

ویصرفون العمر فی الانتصار له والذب عنه وهذا فتح القدیر لصاحب التحریر ماصنف الاجدلا وكذلك فی مذهبنا والمذاهب الثلثة الباقية دفاتر ضخام فی هذا المرام فلولا التمذهب لامام بعينه لازما وكان يسوغ ان يتبع من شاء ماشاء لكان هذا كله اضاعة عمر فی فضول واشتغالا بمالا يعنی وقد اجمع عليه علماء المذاهب الاربعة واهلها هم الائمة بل المناظرة فی الفروع وذب كل ذاهب عما ذهب اليه جارية من لدن الصحابة رضی الله تعالى عنهم بدون نكير فاذن يكون الاجماع العملی على الاهتمام بمالايعنی واستحسان الاشتغال بالفضول وای شناعة اشنع منه"

"یہ جائز کہنے والے علماء خدائے تعالیٰ ان کے سبب ہماری مغفرت فرمائے، بخدا اگر ان کو جانچا اور آزمایا جائے تو ان کے قلوب ان کے قول سے منکر، اور ان کے اعمال اس پر شاہد ملیں گے کہ وہ اسے نہ پسند کرتے ہیں نہ اس کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہ اسے اچھا نہیں جانتے بلکہ اس سے کنارہ کش رہتے ہیں، بس بحث کے طور پر اسے لکھ گئے اور بحث ہی تک بات

رہ گئی اعتقاد وعمل کوئی اس کا ہم نوا نہ ہوا بہت سے مسائل میں
خود کہتے ہیں کہ یہ بس جاننے کے قابل ہیں بتانے کے لائق
نہیں کہیں جاہلوں میں مذہب کے گرانے کی جرات نہ پیدا ہو،
پھر یہ زندگی بھر اپنے ایک امام کے مذہب پر رہ گئے اور افعال
واقوال میں مذہب سے باہر نہ ہوئے۔ اسی کی تائید اور اسی کے
دفاع میں عمریں صرف کردیں۔ یہ صاحب تحریر کی فتح القدیر ہی
کو دیکھ لیجئے صرف مناظرہ کے طور پر لکھی گئی ہے، اسی طرح
ہمارے مسلک میں اور باقی تینوں مذاہب میں اس مقصد کے
تحت بڑے بڑے دفتر تصنیف ہوئے۔ اگر ایک امام معین کے
مذہب کی پابندی لازم نہ ہوتی اور یہ روا ہوتا کہ جو چاہے جس کی
چاہے پیروی کرے یہ سب ایک لایعنی کاروائی اور فضول چیز
میں عمر عزیز کی بربادی ہوتی حالانکہ اس کام پر مذاہب اربعہ
کے علماء اور مذاہب کے ماننے والے ان ہی ائمہ کا اتفاق ہے
بلکہ فروع میں مناظرہ اور اپنے اپنے مذہب کی حمایت تو زمانہ
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی بلا انکار جاری ہے مذہب
کی پابندی کوئی چیز نہ ہو تو لازم آئے گا کہ ایک لایعنی کام کے
اہتمام اور فضول قسم کی مشغولیت کو اچھا سمجھنے پر اس وقت سے

اب تک کے ائمہ وعلماء کا عملی اجماع قائم رہا، اس سے بدتر کون سی شناعت ہوگی؟

(فتاوی رضویہ جدید۔جلد 1۔صفحہ 159)

سبحان اللہ! کیا ہی صریح حکم بیان فرمایا امام اہل سُنت نے شامی صاحب آپ پر حیرت ہے کہ پوری فتاوی رضویہ میں آپ کو یہ عبارات ہی نہ ملیں......؟

جناب ذرا ٹوپی تھام کر نظر فرمائیں کیا رفیع کلام ارشاد فرمایا میرے امام نے اسے کہتے ہیں احتیاط فی الدین یہ ہے مزاجِ فقہاء ۔

اب ذرا کلام امام سے ثابت شدہ اُمور پر توجہ فرمائیں۔

(1).... اگر علماء میں سے چند ایک نے اس کا جواز بھی بیان فرمایا تو وہ خود اُن کے نزدیک بھی لائقِ اعتبار نہیں۔

(2).... اُن کے اپنے قلوب اس بات سے انکاری ہیں، جیسا کہ علامہ شامی کی تضاد بیانی کے ضمن امام بیان فرمائیں گے۔

(3).... وہ نہ اسے پسند کرتے ہیں نہ ہی اچھا جانتے ہیں محض ایک بحث کی حد تک لکھ گئے اعتقاد و عمل میں کبھی اس کی تائید نہ کی۔

(4) ایسے مسائل صرف جاننے کی حد تک بیان ہوئے کسی کو بتانے کے قابل ہی نہیں، ورنہ جہلاء مذہب امام کو منہدم کر دیں گے۔

(5) ایسے علماء کے عمل نے کبھی ان کے ایسے قول کی تائید نہ کی۔یعنی ان کا عمل اپنے قول کے خلاف ہی رہا۔

(6) اگر امام معین کے مذہب کی پابندی لازم نہ ہوتی اور یہ روا ہوتا کہ جو چاہے جس کی چاہے پیروی کرے تو لازم آئے گا کہ ایک لایعنی کام کے اہتمام اور فضول قسم کی مشغولیت کو اچھا سمجھنے پر اس وقت سے اب تک کے ائمہ وعلماء کا عملی اجماع قائم رہا اس سے بدتر کون سی شناعت ہوگی.....؟

جناب شامی صاحب کیسے ہی واضح وصریح طور پر سیدی اعلیٰ حضرت کے کلام سے آپ کے فاسد مؤقف کا باطل ہونا ثابت ہوا۔امام اہل سُنت ایسے عمل کو سندِ جواز دینے ہی کو بدترین شناعت قرار دے رہے ہیں اور آپ ہیں کہ اختیار دیئے بیٹھے ہیں....... بلکہ ایک عامی وغیر مجتہد کے خروج عن المذہب کو مُنکر ہی تصور نہیں کر رہے..... بلکہ اُس کے حق میں جائز ٹھہرا رہے ہیں......اور سختی برتنے والے مُفتیان کرام

کوتلبیس ابلیس کا شکار ثابت کررہے ہیں... تو کیا خیال ہے
آپ کا سیدی اعلیٰ حضرت کے بارے میں... کیا اعلیٰ حضرت
بھی متشدد ہوئے.... یا.... تلبیس ابلیس کا شکار ٹھہرے..؟

العیاذ باللہ تعالیٰ

یقینا یہ ایک ایسا منکر ہے کہ جس پر انکار کیا جائے گا
اور عوام و علماء غیر مجتہدین کو پابندیٔ مذہب کا حکم دیا جائے گا
ورنہ.... نہ کوئی حنفی رہے گا..... نہ شافعی، نہ ہی مالکی اور حنبلی۔
جب کسی کے بھی قول پر عمل جائز ٹھہرا تو ضرورت ہی کیا ہے کہ
ایک امام کے اقوال پر ساری زندگی گزاری جائے....؟

امامِ اہلِ سُنت کا مذکورہ تمام کلام علامہ ابن عابدین
شامی کے ایک قول تخییر کے رد پر ہے اور علامہ ابن عابدین
شامی کا اپنا مؤقف مقامِ ترجیح میں یہ ہے کہ..... اگر اصحابِ
ترجیح کسی قول کو ترجیح دے جائیں تو مرجح قول کو اختیار کرنا
واجب ہے۔

اسی تضاد بیانی کا رد کرتے ہوئے امامِ اہل سُنت
لکھتے ہیں۔

"لکن سَل السید اذا لم یجب التقید بالمذهب

وجاز الخروج عنه بالكلية فمن ذا الذى اوجب اتباع
مرجحين فى مذهب معين رجحوا احد قولين فيه هذا اذا
اتفقوا فكيف وقد اختلفو اوفى احد الجانبين الامام
الاعظم المجتهد المطلق الذى لم يلحقوا غباره ولم
يبلغ مجموعهم عشر فضله ولا معشاره هل هذا الا
جمعا بين الضب والنون اذ حاصله ان الامام واصحابه
واصحاب الترجيح :فى مذهبه اذا اجمعوا كلهم
اجمعون على قول لم يجب على المقلدين الاخذ به بل
يأخذون به او بما تهوى انفسهم من قيلات خارجة عن
المذهب لكن اذا قال الامام قولا وخالفه صاحباه ورجح
مرجحون كلا من القولين وكالترجيح فى جانب
الصاحبين اكثر ذاهبا او أكد لفظا فح يجب تقليد هؤلاء
ويمتنع تقليد الامام ومن معه بل اجمع الامام وصاحباه
على شيئ ورجع ناس من هؤلاء المتأخرين قيلا مخالفا لا
جماعهم، وجب ترک تقليد الائمة الى تقليد هؤلاء
واتباعهم، هذا هو الباطل المبين، لا دليل عليه اصل من
الشرع المتين، والحمد لله رب العالمين“

''لیکن علامہ ابن عابدین شامی سے سوال ہوسکتا ہے کہ جب مذہب کی پابندی ضروری نہیں اوراس سے بالکلیہ باہر آنا روا ہے تو کسی معین مذہب کے حضرات مرجحین جنہوں نے اس مذہب کے دوقولوں میں سے ایک کوترجیح دی، ان کی پیروی کیسے ضروری ہوگئی؟ یہ کلام توان حضرات کے متفق ہونے کی صورت میں ہے۔ پھراس صورت کا کیا حال ہوگا جب یہ باہم مختلف ہوں اورایک طرف مجتہد مطلق امام اعظم بھی ہوں یہ جن کی گرد پا کوبھی نہ پاسکے اوران سب حضرات کا مجموعی کمال بھی ان کے فضل وکمال کے دسویں حصے کو نہ پہنچ سکا۔ یہ ضب اورنون کوجمع کرنے کے سوا کیا ہے؟اس لئے کہ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ حضرت امام، ان کے اصحاب اوران کے مذہب کے اصحاب ترجیح سب کے سب متفقہ طور پر جب کسی قول پر اجماع کرلیں تو مقلدین کے ذمہ اسے لینا ضروی نہیں بلکہ انہیں اختیار رہے اسے لے لیں، یا اپنی خواہشات نفس کے مطابق مذہب سے خارج اقوال کو لے لیں، لیکن جب امام کوئی قول ارشاد فرمائیں، اوران کے صاحبین ان کے خلاف کہیں پھر دونوں قولوں میں سے ہرایک کوکچھ مرجحین ترجیح دیں

اور صاحبین کی جانب ترجیح دینے والوں کی تعداد زیادہ ہو یا اس طرف ترجیح کے الفاظ زیادہ موکد ہوں تو ایسی صورت میں ان مرجحین کی تقلید واجب ہو جائے اور امام اور ان کے موافق حضرات کی تقلید نا جائز ہو جائے، بلکہ اگر امام اور صاحبین کا کسی بات پر اجماع ہو اور ان متاخرین میں سے کچھ افراد ان کے اجماع کے مخالف کسی قول کو ترجیح دے دیں تو ان ائمہ کی تقلید چھوڑ کر ان افراد کی تقلید اور پیروی واجب ہو جائے، یہی وہ کھلا ہوا باطل خیال ہے جس پر شرع متین سے ہرگز کوئی دلیل نہیں،

والحمدللہ رب العالمین۔

(فتاوی رضویہ جدید۔ جلد 1۔ صفحہ، 160)

سبحان اللہ !..... اسے کہتے ہیں فقاہت اور دقتِ نظری کیا ہی حسن وخوبی سے امام اہلِ سُنت نے علامہ ابنِ عابدین شامی کا رد فرمایا کہ جناب ایک جانب تو آپ یہ فرما رہے ہیں کے عامی پر مذہب کی کوئی پابندی ہی نہیں اور دوسری جانب اصحابِ ترجیح کی تقلید واجب ٹھہرا رہے ہیں؟ آخر میں اعلی حضرت اس نظریے کو کھلا خیال باطل قرار دے رہے ہیں۔

ہاں تو شامی صاحب !..... امام اہل سُنت کے نزدیک آپ کا خیال بھی باطل ومردود...اور... نا قابل التفات ہے.... لہذا دامن احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تھام لیجئے اور پھر فقہائے دین کے اقوال پڑھیئے..... تو سمجھ جائیں گے کس کا نقص کہاں سے ظاہر.... فقط کسی بھی فقیہ کے قول کو لے کر اپنا مؤقف نہیں بنا لیا جاتا..... بلکہ یہ ایک انتہائی صبر آزما راہ ہے جس میں بہت سے خطرات لاحق.... اسی طرح کے بے سروپا اقوال کے سبب غیر مقلدیت کا ظہور ہوا.... مغز حکمت سے عاری لوگ جب فقط اپنی آسانی کے لئے کسی بھی قول پر عمل شروع کر دیں تو مزاج شریعت سے دور جا پڑتے ہیں۔

سیدی اعلی حضرت فقیہ النفس ہیں.... آج جن چند ایک اقوال تخییر پر آپ کا دھیان جالگا.... میرے امام ان تمام پر نہ صرف مطلع تھے.... بلکہ ان اقوال ضعیفہ کا سقم بھی امام پر ظاہر تھا جس کی نظیر آپ کے سامنے ہے۔

”مخالفت امام منکر شرعی“

ثاقب شامی صاحب نے ”لفظ منکر“ پر کچھ زیادہ ہی زور دیا ہے.... کہ کسی کو یہ اختیار نہیں کہ ایسے شخص پر انکار وارد کرے جو کسی بھی قول مرجوح کا عامل ہو..... چاہے امامِ مذہب کے نزدیک وہ عمل حرام ہی کیوں نہ ہو.... اُس کا عمل منکر نہیں جس کے سبب اُس پر طعن و تشنیع کی جائے۔

چلیں جی یہ مسئلہ بھی امامِ اہل سُنت کے اقوال مُفسرہ سے حل کئے دیتے ہیں.... آئیے جناب.... میرے اور آپ کے امام ہی سے پوچھتے ہیں..... یا سیّدی کیا ایسے شخص پر انکار کیا جائے گا اور اُس کے اس عمل کو گناہ سمجھا جائے گا......یا......نہیں.....؟

اعلیٰ حضرت.... صوفی باصفا عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی جن کی میزان وغیرہ تصانیف عالیہ سے امام العصر و دیگر کبرائے طائفہ نے جابجا اسناد کیا اسی میزان میں فرماتے ہیں:

"یجب علی المقلد العمل بالارجح من
القولین فی مذہبہ مادام لم یصل الیٰ معرفۃ ھذہ
المیزان من طریق الذوق و الکشف، کما علیہ
عمل الناس فی کل عصر بخلاف ما اذا وصل الی
مقام الذوق و رأی جمیع اقوال العلماء وبحور
علومھم تنفجر من عین الشریعۃ الاولیٰ تبتدیٔ
منہا وتنتھی الیھا فان مثل ھذا لا یؤمر بالتعبد
بمذہب معین لشھودہ تساوی المذاہب فی
الاخذ من عین الشریعۃ - "

"مقلد پر واجب ہے کہ خاص اسی بات پر عمل کرے جواس کے مذہب میں راجح ٹھہری ہو ہر زمانے میں علماء کا اسی پرعمل رہا ہے البتہ جو ولی اللہ ذوق و معرفت کی راہ سے اس مقام کشف تک پہنچ جائے کہ شریعت مطہرہ کا پہلا چشمہ جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے اسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوال علماء کو مشاہدہ کرے گا کہ ان کے دریا اسی چشمے سے نکلتے اور اسی میں پھر آ کر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائے گی کہ وہ تو آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب

چشمہ اولیٰ سے یکساں فیض لے رہے ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید، جلد 6 صفحہ نمبر 704)

سبحان اللہ!.....امامِ ربانی کے کلامِ جلی پر توجہ فرمائیں فرماتے ہیں کہ مقلد پر واجب ہے یعنی لازم وضروری ہے.... کہ خاص اپنے مذہب کے قول راجح پر عمل کرے اور اسی پر علماء کا عمل ہے.... نقل عبارت کے بعد امام اہل سُنت اس پر کیا تبصرہ فرمارہے ہیں وہ بھی پڑھ لیجئے....!

فرماتے ہیں :۔

''یہاں سے ثابت کہ جو پایہ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف وولایت کے اس رتبہ عظمی تک پہنچا اس پر تقلید امام معین قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علماء کا عمل رہا ''

(فتاوی رضویہ جدید، جلد 6 صفحہ نمبر 704)

خدارا شامی صاحب!.... ہزار بار غور فرمائیں...امامِ اہل سُنت امامِ ربانی کے کلام سے ثابت کیا فرمارہے ہیں کہ تقلید امامِ معین قطعا واجب ہے ذرا ''لفظ قطعا'' پر توجہ دیں کیسی شدت کا اظہار ہے۔اور آپ تو چھٹی دیئے بیٹھے ہیں کہ مقلد چاہے اپنے مذہب کہ کیسے ہی عمل حرام کا مرتکب ہو مگر

کسی قول ضعیف ہی سے تائید پا جائے پھر کیا.... بس مزے کرے کیسا امام اور کیسی تقلید...؟... جب گناہ ہی نہیں تو امام معین کی تقلید کیوں واجب..... اللہ سمجھ کی توفیق دے۔

مزید امام غزالی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا:۔

''مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزدیک ہیچکس روا نبود''

''اپنے صاحب مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں''

(فتاوی رضویہ جدید، جلد ۶ صفحہ نمبر ۷۰۴)

لیجئے جناب!..... امامِ غزالی نے بھی فرما دیا کسی کے نزدیک بھی مخالفت امامِ معین جائز نہیں۔

مقام ہذا پر ایک اور قول امام غزالی نقل کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:۔

''امام مرشد الانام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

مخالفتہ للمقلد متفق علی کونہ منکرا بین المحصلین''

"تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع و واجب الانکار ہے"

اللہ اکبر اللہ اکبر!..... اس سے زیادہ محکم قول کہاں سے لائیں.... کہ صاف صاف امام غزالی مخالفت امام کو مُنکر قرار دے رہے ہیں... جس عمل کے جائز و غیر مُنکر ہونے پر آپ کا تمام زور تھا.... امام غزالی کے حوالہ سے اُس کی پول کھُل گئی..... شامی جی!.... صدق دل سے بتائیں فی الواقع آپ نے کبھی فتاوی رضویہ کا مطالعہ بھی کیا.... یا.... نہیں۔ واللہ عباراتِ امام اہل سُنت نے آپ کی علمی حیثیت کا گویا بیچ چوراہے میں بھانڈا ہی پھوڑ دیا..... میرا مشورہ ہے کسی قابل مُفتی کی بارگاہ میں بیٹھ کر فتاوی رضویہ کا مطالعہ فرمالیں.... اُمید ہے کلام امام اہل سُنت کی تاثیر سے فقہی بصیرت اور مزاجِ شریعت کا فہم حاصل ہو... بہرحال یہ تو تھا جملہ معترضہ اب آگے چلئے۔

شرح نقایہ کا حوالہ دیتے ہوئے اعلی حضرت فرماتے ہیں:

"شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی
سے منقول :

"من جعل الحق متعددا کالمعتزلۃ اثبت
للعامی الخیار من کل مذھب مایھواہ و من جعل واحدا
کعلمائنا الزم للعامی اماما واحدا"

"جن کے نزدیک مسائل نزاعیہ میں حق متعدد ہے
کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حلال دوسرے میں حرام
ہو تو وہ عنداللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی، وہ تو عامی کو اختیار
دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کر لے یہ مذہب
معتزلہ وغیرہم کا ہے اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام
معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علماوغیرہم
کا ہے"

صدقے جاؤں اپنے امام کے امام بزدوی کے قول
سے ثابت فرمادیا.... کہ غیر مجتہد کو یہ حق ہی حاصل نہیں کے..
...وہ کسی بھی قول پر عمل کر سکے.... بلکہ وہ قول امام کا پابند ہے
ہاں معتزلہ جیسے گمراہ فرقے کا یہ قول ہے کہ کسی بھی قول کو اختیار
کر سکتا ہے۔

شامی صاحب آپ کہیں معتزلہ کی افکار و آراء سے متاثر تو نہیں ....؟... کیوں کہ اکابرین اہل سُنت کا تو یہ مؤقف ہرگز نہیں۔

شامی جی! اب دل تھام لیجئے کہ..... امام اہل سُنت اب وہ قول بیان فرمانے والے ہیں جو آپ کے فاسد مؤقف کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا۔

فرماتے ہیں :

علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحرالرائق و اشباہ وغیرہما رسالہ کبائر و صغائر میں فرماتے ہیں:

اما الکبائر فقالوا ھی بعد الکفر الزنا واللواطۃ وشرب الخمر ومخالفۃ المقلد حکم مقلدہ۔

یعنی کبیرہ گناہ علماء نے یوں گنائے کہ عیاذاً باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا و اغلام و شراب خوری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا ہے۔

حضور خدارا غش مت کھائیے..... بس ذرا سی توجہ فرمائیے..... نظر تو فرمائیں.... امامِ اہل سُنت نے تو مقلد کی مخالفت امام کو گناہ کبیرہ ہی ثابت کر دیا.... واللہ!.... یہ میرا قول نہیں آپ خود پڑھ لیجئے.... اعلیٰ حضرت، علامہ ابن نُجیم جیسے جلیل القدر امام کی عبارت نقل فرما رہے ہیں۔

واللہ... امامِ معین کی تقلید میں کیا ہی راز مضمر ہے کہ..... ائمہ اتنی شدّت فرما رہے ہیں..... یقینا یہ ایک رمز ہے جسے سیدی اعلی حضرت جیسے مجدد ہی سمجھتے ہیں۔

شامی جی!.... اب باقی رہ کیا گیا..... جس عمل کو آپ نے جائز وغیر منکر ثابت کیا امامِ اہل سُنت اعلی حضرت نے اُسے گناہ ومنکر ثابت کردیا... کیسے عاشق اعلی حضرت ہیں آپ...؟... کیا امام اہل سُنت کے ایسے ظاہر واظہر، کامل و اکمل ،دافع و نافع اقوال کے بعد بھی رجوع نہیں فرمائیں گے.....؟

مزید امام اہل سُنت فرماتے ہیں کہ:

ملل ونحل میں ہے :

علماء الفريقين لم يجوزوا ان يأخذ العامى الحنفى الا بمذهب ابى حنفية والعامى الشفعوى الا بمذهب الشافعي۔

یعنی دونوں فریق کے علماء یہ جائز نہیں رکھتے کہ عامی حنفی مذہب ابوحنیفہ یا عامی شافعی مذہب شافعی کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرے۔

مزید فرماتے ہیں:

شاہ ولی اللہ عقد الجید میں لکھتے ہیں :

المرجح عند الفقهاء ان العامی المنتسب الی مذهب له مذهب فلا تجوز له مخالفته۔

فقہاء کے نزدیک ترجیح اسے ہے کہ عامی جو ایک مذہب کی طرف انتساب رکھتا ہے وہ مذہب اس کا ہو چکا اسے اس کا خلاف جائز نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ نمبر، 706)

اسی طرح ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت امام شعرانی کا قول نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی کی تصریح کی امام الحرمین وابن السمعانی وغزالی وکیاہراسی، وغیرہم آئمہ نے، اور اپنے شاگردوں سے فرمایا تم پر واجب ہے خاص اپنے امام کے مذہب کا پابند رہنا اگر ان کے مذہب سے عدول کیا تو خدا کے حضور تمہارے لیے کوئی عذر نہ ہوگا۔

(فتاوی رضویہ، جلد، 27، صفحہ، 595)

اب فرمائیے جناب شامی صاحب...!

تمام منتہی فاضل جن سے امام غزالی ناقل کہ... ترک تقلید شخصی وقول امام مذہب کو منکر و ناروا بتاتے... اکابر ائمہ جن کے قول سے کشف کاشف کہ تقلید امامِ معین کو واجب

ٹھہراتے.... مشائخ کرام جن کے سحاب کلام... صاحب بحر مغترف کہ.... ترک تقلید شخصی کو گناہ کبیرہ کہتے... علمائے فریقین وفقہائے عظام.... جن سے ملل ونحل وشاہ ولی اللہ حا کی کہ.... تقلید معین کی مخالفت ناجائز رکھتے ہیں.... یہ تمام ائمہ دین آپ کے مطابق ''تلبیس ابلیس'' کا شکار ٹھہرے۔

نعوذ باللہ من ذالک

ان ائمہ دین کی خدمات عالیہ میں کیا اعتقاد ہے جنہوں نے خود اپنی تصانیف جلیلہ وکلمات جمیلہ میں وجوب تقلید معین وغیرہ ....ان باتوں کی صاف صریح تصریحیں فرمائیں.... یہ تمام آپ کے نزدیک دامِ تزویر شیطان میں محبوس ٹھہرے .... بس رہے اگر تو پیر ثاقب شامی صاحب... جو اس پُرفتن دور میں بھی شیطان کے لیے ایک سیسہ پلائی دیوار سے کم نہیں۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

ائمہ دین جن کے نزدیک تقلید شخصی واجب اور مخالفت امام منکر و باطل

امامِ اہل سُنت فرماتے ہیں:

"وہ جماہیر ائمہ کرام وسادات اسلام وعلمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر وشنیع وباطل وفظیع بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی وامام برہان الدین صاحب ہدایہ وامام احمد ابوبکر جوزجانی وامام کیاہراسی، وامام ابن سمعانی وامام اجل امام الحرین وصاحبان خلاصہ وایضاح وجامع الرموز وبحرالرائق ونہر الفائق وتنویر الابصار ودرمختار وفتاوٰی خیریہ وغمزالعیون وجواہر الاخلاطی ومنیہ وسراجیہ ومصفی وجواھر وتتارخانیہ ومجمع وکشف وعالمگیریہ ومولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم۔

(فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 378)

اللہ اکبر!..... شامی صاحب آپ کے مؤقف کے مطابق یہ تمام جلیل القدر بزرگ ہستیاں "تلبیس ابلیس" کا

شکار ثابت ہوئیں..... جناب والا آپ کا علم ان عظیم ذوات عالیہ کے خادموں کے علم کے ہزارویں حصے کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور چلے ہیں جناب کتاب لکھنے....... میرا مشورہ ہے باقاعدہ کسی اہلِ سُنت کے مدرسہ میں داخلہ لیں اور مکمل تعلیم دین حاصل کریں..... تاکہ صحیح فقہ دین حاصل ہو۔

قارئین کرام!

بحمدہ اللہ تعالی ..... ہم نے امامِ اہل سُنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے کثیر ارشادات عالیہ اور جلیل القدر ائمہ دین کے اقوال محکمہ سے یہ ثابت کر دیا کہ .... کسی عامی و عالم مقلد کو یہ حق ہی حاصل نہیں کہ وہ کسی بھی امام کے ضعیف سے ضعیف قول کو اختیار کرتے ہوئے اپنے مذہب کے فعل حرام کا ارتکاب کرے... اگر کوئی اس عمل قبیح کا مرتکب ہوگا یقینا فاسق و عاصی ٹھہرے گا اور علمائے دین متین پر ایسے شخص کا رد کرنا لازم ہوگا۔

دیگر محققین اہل سُنت کے اقوال

علامہ ابن عابدین شامی کا حقیقی مؤقف:

فرماتے ہیں:

"ان الواجب علی من اراد ان یعمل لنفسه او یُفتی غیره ان یتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه فلا یجوز له العمل اولافتاء بالمرجوح"

یعنی جو کسی قول پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اپنی ذات کے لئے .... یا .... غیر کو اُس پر عمل کا فتوی دے اُس پر واجب ہے اپنے مذہب کے حضرات مرجحین کے ترجیح یافتہ قول کو اختیار کرے اور قول مرجوح پر عمل کرنا یا فتوی دینا اُس کے لئے جائز نہیں۔

(شرح عقود رسم المفتی مطبوعہ دار البشائر الاسلامیۃ مع اسعاد المُفتی، صفحہ 249)

پھر اپنے مؤقف پر دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقد نقلوا الاجماع علی ذالك ففی الفتاوی الکبری للمحقق ابن حجر المکی قال فی زوائد الروضة انه لا یجوز للمفتی و العامل ان یفتی او یعمل بما شاء

من القولین او الوجھین من غیر نظر، و ھذا لا خلاف فیہ، وسبقہ الی حکایۃ الاجماع فیھما ابن الصلاح والباجی من المالکیۃ فی المفتی۔

یعنی علماء نے اس بارے میں اجماع نقل کیا ہے،
علامہ ابن حجر مکی فتاوی کبریٰ میں فرماتے ہیں زوائد الروضہ میں ہے کہ مفتی اور عامل کے لئے یہ جائز نہیں کے بغیر (ترجیح) میں نظر کئے دو قولوں میں سے کسی بھی قول ... یا ... دو وجھوں میں سے کسی بھی وجہ پر فتوی دے .... یا .... عمل کر لے، اور اس میں کوئی خلاف نہیں اور صاحب روضہ سے پہلے ان دونوں مسئلوں میں علامہ ابن الصلاح نے اجماع نقل کیا ہے اور مالکیہ میں سے علامہ باجی نے مفتی کے لئے اجماع نقل کیا ہے۔
اسی طرح علامہ قرافی کا قول نقل فرماتے ہیں:

کلام القرافی دال علی ان المجتھد و المقلد لا یحل لھما الحکم و الافتاء بغیر الراجح، لانہ اتباع للھوی و ھو حرام اجماعا۔

یعنی علامہ قرافی کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ مجتہد (صاحب فتوی) اور مقلد دونوں کے لئے جائز نہیں کہ غیر راجح قول پر حکم ... یا ... فتوی دیں کیونکہ یہ خواہش نفس ہے جو

اجماعاً حرام ہے۔

(شرح عقود رسم المفتی مطبوعہ دار البشائر الاسلامیۃ مع اسعاد المفتی، صفحہ 249 تا 251)

محقق قاسم بن قطلو بغا کا مؤقف:

امام و محقق علامہ قاسم بن قطلو بغا التصحیح میں فرماتے ہیں:

انی رایت من عمل فی مذھب ائمتنا رضی اللہ عنھم بالتشھی، حتی سمعت من لفظ القضاۃ وھل ثم حجر۔؟ قلت نعم اتباع الھوی حرام والمرجوح فی مقابلۃ الراجح بمنزلۃ العدم و الترجیح بغیر مرجح فی المتقابلات ممنوع

یعنی میں نے اپنے ائمہ مذہب کے ایسے متبعین بھی دیکھے ہیں جو خواہش نفس پر عامل تھے حتی کہ میں نے بعض قاضیوں سے یہاں تک سُنا کہ اس میں (یعنی کسی بھی قول کو اختیار کرنے میں) حرج ہی کیا ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں خواہشاتِ نفس کی اتباع حرام ہے اور قول راجح کے مقابل مرجوح بمنزلہ معدوم ہے اور کسی مرجح کے بغیر متقابل اقوال میں ترجیح ناجائز ہے۔

(التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری، دار الکتب العلمیہ، صفحہ۔121)

محقق ابن الصلاح کا مؤقف:

علامہ قاسم محقق ابن صلاح کا قول نقل کرتے ہیں:

قال الامام ابو عمرو فی آداب المفتی اعلم ان من یکتفی بان یکون فتواہ او عملہ موافقا لقول او وجہ فی المسالۃ و یعمل بما شاء من الاقوال والوجوہ من غیر نظر فی الترجیح فقد جھل و خرق الاجماع۔

یعنی امام ابوعمرو آداب مفتی میں فرماتے ہیں کہ جان لیجئے جو شخص ترجیح میں غور نہیں کرتا اور اتنی بات پر اکتفاء کر لیتا ہے کہ اس کا فتوی.... یا.... عمل کسی بھی قول... یا... وجہ کے مطابق ہو جائے اور وہ مختلف اقوال و وجوہ میں سے جس پر چاہتا ہے عمل کرتا ہے تو وہ جاہل اور خرق اجماع کا مرتکب ہے۔

(التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری، دارالکتب العلمیہ، صفحہ۔122)

شامی صاحب...!

جس عمل کو آپ جائز و غیر منکر قرار دے رہے تھے یہ تمام محققین اُسے ناجائز، خواہش نفس، جہالت و خارق اجماع قرار دے رہے ہیں...اور محقق ابن الصلاح و امام

قاسم بن قطلو بغا کا کلام تو آپ کے مردود مؤقف کے لئے ایسا دافع ثابت ہوا گویا آپ ہی کے لئے ارشاد فرمایا ہو۔

اب کیا کہیں گے آپ....؟ مخالفت مذہب واجب ردمنکر ہے ...یا... نہیں؟... اور اگر نہیں تو ان حضرات کا رد فرمائیں... اور کہہ دیں یہ تمام ائمہ دین ''تلبیس ابلیس'' کا شکار ہوئے...؟... معاذ اللہ۔

اور اگر آپ کہیں کہ امامِ معین کا اتباع واجب تو ہے.. .. لیکن اس کا تارک فاسق نہیں تو... ہم کہیں گے جناب آپ کا یہ قول ہی سرے سے مردود ہے... اگر بنظر منطق دیکھا جائے تو یہ اجتماع نقیضین ہے جو کہ محال ہے... جب آپ پر تقلید امامِ معین واجب ٹھہری اور اتباع مذہب لازم قرار پایا تو جناب یہ وجوب فقہائے دین نے اپنی جیب سے تو ثابت نہیں کیا... یقینا یہ واجب ایک حکم شرعی ہے جس کا ترک گناہ ومعصیت تو یہ کیسے ممکن کے اتباع قول امام بھی واجب ہو اور اُس کا خلاف بھی جائز وغیر منکر ہو...؟... شامی صاحب!... یا تو یہ کہہ دیں کے اتباع امام ومذہب واجب نہیں اور اگر واجب مانتے ہیں تو پھر یہ مانیں کے ترک واجب معصیت وگناہ ہے... ورنہ فقہاء کا اس عمل کو واجب قرار دینے کا فائدہ ہی مرتفع ہو جائے گا... جب مخالفت امام گناہ ہی نہیں تو اتباع امام کیوں ضروری...؟

علامہ مازری مالکی کا مؤقف:

علامہ ابو اسحاق شاطبی مالکی اپنی کتاب الموافقات میں فقہ مالکیہ کے محقق عالم علامہ مازری کا قول نقل کرتے ہیں:

ولست ممن یحمل الناس علی غیر المعروف المشهور من مذهب مالك و اصحابه لان الورع قل، بل كا دیعدم و التحفظ علی الدیانات كذلك، و كثرت الشهوات و كثر من یدعی العلم و یتجاسر علی الفتوی فیه. فلو فتح لهم باب مخالفة المذهب لاتسع علی الراقع، وهتكوا احجاب هیبة المذهب وهذا من المفسدات التی لا خفاء بها۔

یعنی میں لوگوں کو یہ حکم نہیں دے سکتا کہ وہ امام مالک اور اُن کے اصحاب کے غیر مشہور اقوال پر عمل کریں کیونکہ تقوی میں کمی آ گئی ہے بلکہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے اسی طرح دینداری کے تحفظ کا احساس بھی کم ہو چکا ہے لوگوں کی شہوات بڑھ گئی ہیں علم کے دعویداروں کی کثرت ہو چکی ہے جو فتوی دینے کے معاملہ میں نہایت جری ہیں اگر ان کے لئے مذہب مالکی کی مخالفت کا دروازہ کھول دیا گیا تو فساد اور بڑھ جائے گا اور مذہب کی ہیبت کا پردہ لوگ چاک کر دیں

گے اور یہ ایک ایسا مفسدہ ہے جس میں کوئی خفا نہیں۔

(الموافقات للشاطبی، المجلد الخامس، کتاب الاجتہاد، صفحہ، 101 مطبوعہ، دار ابن عفان)

کیوں جناب شامی صاحب سمجھے کچھ...؟

امام مارزی یہ حالت اپنے زمانہ کی بیان فرما رہے ہیں اُس وقت اُنھیں یہ خوف لاحق تھا جبکہ ہمارے زمانہ میں یہ تمام مفسدات ایک ہزار گناہ زیادہ ہو چکے ہیں... کیا ایسے میں آپ کے فاسد مؤقف کی کوئی گنجائش نکلتی ہے...؟

یقیناً ہرگز نہیں۔

علامہ شاطبی مالکی کا مؤقف:

امام شاطبی مذکورہ قول نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

فانظر كيف لم يستجزوهو المتفق على إمامته الفتوى بغير مشهور المذهب، ولا بغير ما يعرف منه بناء على قاعدة مصلحية ضرورية؛ إذ قل الورع والديانة من كثير ممن ينتصب لبث العلم والفتوى كما تقدم تمثيله؛ فلو فتح لهم هذا الباب لانحلت عرى المذهب، بل جميع المذاهب-

یعنی ملاحظہ فرمائیں علامہ مازری کی امامت پر سب کا
اتفاق ہے انھوں نے کس طرح اس بات کو ناجائز قرار دیا کہ
مذہب مالکی کے غیر مشہور اقوال پر فتوی دیا جائے ان کا یہ ارشاد
مصلحت اور ضرورت کے قاعدہ پر مبنی ہے کیونکہ تقوی اور
دیانت اُن لوگوں میں بھی بہت کم ہو گئی ہے جو علم اور فتوی کی
نشر و اشاعت کے کام میں لگے ہوئے ہیں جس کی مثال پیچھے
گزری، لہذا اگر اُن کے لئے یہ دروازہ کھولا گیا تو مذہب مالکی
بلکہ تمام ہی مذاہب کی بنیادیں ہل جائینگی۔

(الموافقات للشاطی، المجلد الخامس، کتاب الاجتہاد، صفحہ، 101 مطبوعہ، دار ابن عفان)

اللہ اکبر!..... شامی صاحب علامہ شاطبی کے زمانہ کا
یہ حال ہے تو کیا خیال ہے ہمارے زمانے کا یہاں تو دو ایک
سال میں کوئی بھی عالم و مفتی بن جاتا ہے.... بلکہ ایک دو
کتابیں پڑھ کر ہی لوگ امامِ اعظم و امام شافعی سے اختلاف کر
دیتے ہیں.... ایسے وقت میں آپ کا اسے منکر و معصیت ہی تصور
نہ کرنا پتا نہیں کیا کیا گُل کھلائے گا۔

امام نووی شافعی کا مؤقف:

شرح مھذّب میں امام نووی فرماتے ہیں:

لو جاز اتباع أي مذهب شاء لا فضى إلى أن
يلتقط رخص المذاهب متبعا هواه ويتخير بين

التحليل والتحريم والوجوب والجواز وذلك يؤدى إلى انحلال ربقة التكليف بخلاف العصر الأول فإنه لم تكن المذاهب الوافية بأحكام الحوادث مهذبة وعرفت :فعلى هذا يلزمه أن يجتهد فى اختيار مذهب يقلده على التعيين-

یعنی (تقلیدِ امامِ معین) کی وجہ یہ ہے .... اگر اس بات کی اجازت ہو کہ انسان چاہے کسی بھی فقہی مذہب کی اتباع کرلیا کرے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ ہر مذہب سے چُن چُن کر رخصتیں نکالتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق اُن پر عمل پیرا ہونگے ... حلال وحرام اور واجب و جائز تمام احکام میں خودمختار ہو جائیں گے اور اس طرح احکامِ تکلیفیہ کی پابندیوں کی گرہ کُھل جائے گی برخلاف پہلے زمانے کے اُس وقت مذاہب مدوّن ومعروف نہ تھے لیکن اب ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ کوشش کر کے ایک مذہب اختیار کرے اور اُسی کی تقلید کرے۔

(المجموع شرح المھذب للنووی، مقدمہ، فصل فی آداب المستفتی، صفحہ 46، مطبوعہ بیت الافکار الدولیۃ)

امام نووی کا کلام بھی اسی مقصد پر دلالت کرتا ہے کہ اگر اس بات کو جائز وغیر منکر قرار دے دیا جائے کہ کوئی بھی کسی

بھی قول کو اختیار کر لے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کے حلال وحرام میں لوگ بااختیار ہوجائیں گے۔

اسی خرابی کی طرف تلخیص میں حضرت معمر کا قول دال ہے:

لو أن رجلا أخذ بقول أهل المدينة فى استماع الغناء وإتيان النساء فى أدبارهن ويقول أهل مكة فى المتعة والصرف وبقول أهل الكوفة فى المسكر كان شر عباد الله.

یعنی اگر کوئی شخص غناء سننے، اور وطی فی الدبر کے جواز میں بعض اہل مدینہ کا قول مردود اختیار کرے، متعہ اور صرف کے بارے میں بعض اہل مکہ کا قول اپنائے، اور مسکرات کے استعمال کے لئے بعض اہل کوفہ کے قول پر عمل کرے تو وہ اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔

(التلخیص الحبیر للعسقلانی، جلد 3 صفحہ 380، کتاب النکاح، مطبوعہ، مؤسسۃ قرطبۃ مصر)

الحدیقۃ الندیہ سے فاسد استدلال کا رد

شامی صاحب نے امامِ اہل سُنت کی نقل کردہ "الحدیقة الندیه" کی عبارت پر خوب طبع آزمائی کی اور جذبات میں آکر وہ کچھ لکھ گئے جس نے حضرت کی فقہی بصیرت کا پردہ ہی چاک کر دیا۔

قارئین کرام...!

اس نقل واستدلال میں شامی صاحب نے یا تو انتہائی دجل و فریب سے کام لیا ہے...یا...اپنی جہالت وکم علمی کے باعث اس عبارت کا مفہوم ومعنی ہی نہ سمجھ پائے... ہم حسن ظن رکھتے ہوئے دوسری صورت پر محمول کرتے ہیں کہ یہ قصور مقصد عبارت کو سمجھ نہ پانے کے سبب ہوا۔

شامی صاحب عبارت نقل کرتے ہیں:

المسئلة متی امکن تخریجها علی قول من الاقوال فلیست بمنکر یجب انکاره والنهی عنه وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمته والنهی عنه۔

(المسئلة متی امکن) سے عبارت کا آغاز کیااور مقامِ استدلال میں کلمہ (الواقعة) ہی حذف کر گئے اور یہی کلمہ ان کے فاسد مؤقف کارد ہے یہ عبارت اعلی حضرت نے ''فتاوٰی رضویہ'' کے متعدد مقامات پر نقل فرمائی ہے جبکہ مکمل عبارت فتاوی رضویہ جلد 8، صفحہ 484 پر ہے جیسا کہ شامی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 43 پر اعلی حضرت کے کلام کو نقل فرمایا، اُس میں عبارت حدیقہ ''الواقعہ ''لفظ ہی کے ساتھ منقول ہے.... لیکن شامی صاحب فقہی صلاحیت نہ ہونے کے باعث اُس عبارت کے معنی پر توجہ ہی نہ کر پائے ....اور اگر الحدیقة الندیہ ہی سے اصل عبارت مع سیاق کلام دیکھ لیتے تو شاید اتنی جہالت کا اظہار نہ ہوتا۔

قارئینِ کرام...!

ہم آپ کے سامنے مکمل عبارت پیش کرتے ہوئے اُس کے سیاق وسباق سے یہ واضح کر دیں گے کہ شامی صاحب نے کس قدر جہالت کا مظاہرہ کیا ہے۔

اصل عبارت :

ان المسئلة الواقعة كما هى الأن فى جوامع بلادنا وغيره يوم الجمعة من الموذنين متى امكن تخريجها على قول من الاقوال فى مذهبنا او مذهب غيرنا فليست بمنكر يجب انكاره والنهى عنه وانما المنكر ماوقع الاجماع على حرمته والنهى عنه-

یعنی بیشک (نیا) پیش آنے والا مسئلہ جیسا کہ اب ہمارے شہر کی جامع مساجد میں مؤذنین جمعہ کے دن امام کی دعا پر آمین کہتے ہیں جس کی تخریج ہمارے مذہب کے اقوال میں سے کسی قول کے مطابق ہو سکتی ہو...یا... ہمارے غیر کے مذہب پر اُس کا جواز ممکن ہو تو یہ ایسا منکر نہیں جس پر انکار کیا جائے بلکہ منکر تو وہی ہے جس کی حرمت پر اجماع ہو اور اُس کے متعلق خصوصا نہی وارد ہو۔

(الحدیقۃ الندیۃ، النوع الثالث والثلاثون، صفحہ 219، مطبوعہ، دارالکتب العلمیہ بیروت)

شامی صاحب!.... باقاعدہ تعلیم فقہ حاصل کی ہوتی تو آپ سے ایسے سطحی استدلال سرزد نہ ہوتے... لفظ ”واقعہ“ پر توجہ فرمائیں جسے آپ نے عبارت ہی سے اُڑا دیا۔

جناب!.... واقعہ سے مُراد پیش آمدہ (نیا) وہ مسئلہ ہے جس کی ممانعت پر امامِ مذہب کی کوئی صریح روایت منقول

نہ ہو.... لہذا جن جن مسائل کے متعلق پہلے ہی حرام و ناجائز کا صریح حکم موجود ہوگا..... اُس کا خلاف کرنا ہرگز ہرگز جائز نہ ہوگا بلکہ گناہ و معصیت ٹھہرے گا... جیسا کے ہم دلائل سے سابق میں بیان کر چکے۔ الّا یہ کہ اسباب ستہ میں سے کسی سبب کا تحقق ہو جائے جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی ان شاء اللہ۔

بس صاحبِ حدیقہ اور اعلی حضرت امام اہلسنت کا یہی مقصود ہے.... یعنی جب کوئی ایسا نیا مسئلہ پیش آجائے جس کے متعلق امام مذہب کا کوئی صریح حکم موجود نہ ہو اور اُس پیش آمدہ مسئلہ میں دو پہلو نکلتے ہوں ایک اُس کے ناجائز ہونے کا اور دوسرا پہلو جواز کا ..... تو ایسی صورت میں اگر ہمارے مذہب کے کسی قول سے اُس کی موافقت ہو جائے تو یہ ایسا منکر نہیں جس پر انکار کیا جائے... یا... اگر ہمارے مذہب کے کسی قول سے موافقت تو نہ ہو لیکن کسی اور مذہب میں اُس کی تخریج ممکن ہو تو بھی اُسے ناجائز نہیں کہا جائے گا... بلکہ تیسرا للناس اُس کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر قول امام حرمت پر موجود بھی ہو لیکن عرف و تعامل ناس اُس کے خلاف قائم ہو چکا ہو.... تب بھی قول امام ترک کرتے ہوئے حکم جواز دیا جائے گا۔

سیاق عبارت ”حدیقہ“ سے مذکورہ معنی کی تائید

علامہ عبدالغنی نابلسی خطبہ کے دوران کلام کی بحث کے تحت امامِ اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ کا اختلاف بیان فرماتے ہیں کہ.... امام اعظم کے نزدیک جب خطیب منبر پر آجائے تو حاضرین کے لئے کلام کرنا مکروہ ہے جبکہ امامِ ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک دوران خطبہ کلام مکروہ ہے اور اُس کے علاوہ میں کلامِ دینی یعنی دعا وغیرہ میں کوئی حرج نہیں۔

پھر اُن کے زمانے میں یہ رائج ہوا کے خطبہ میں جب خطیب دعا کرتا تو مؤذنین آمین کہتے اور صحابہ کے ناموں پر ”رضی اللہ عنہ“ پڑھتے اور سلطان وقت کے ذکر پر دعائے مدد کرتے .... اب چونکہ یہ ایک بالکل نیا مسئلہ تھا بعینہ اسی صورت خاصہ کے متعلق حکم صریح نہیں کیونکہ امام اعظم کا قول کراہت سے متعلق مجمل ہے..... یہی وجہ ہے کے بعض متاخرین ائمہ کے نزدیک امام کا قول کلام دنیوی کی کراہت سے متعلق ہے... جیسا کہ امام اہل سنت فرماتے ہیں:

”بعض علماء کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلامِ دنیوی ممنوع ہے دعاء وذکر مطلقاً جائز حتی کہ عین حالت خطبہ میں بھی“

(فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 483)

تو اس سے ثابت ہوا صاحب حدیقہ کے زمانہ میں پیش آمدہ صورت سے متعلق عدم جواز کا حکم من جانب امام صریح نہ تھا.... یہی وجہ ہے کہ خود صاحب حدیقہ نے امام اعظم کے قول ممانعت کو کلام عرفی پر محمول کیا اور اسی کو اصح قرار دیا...... گو کہ متاخرین احناف کے نزدیک مختار امام کے قول کا مطلق ہونا ہی ہے..... لیکن ان ائمہ کے باہم اختلاف نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ مذکورہ واقعہ سے متعلق صراحتا صاحب مذہب سے قول ممانعت منقول نہیں اگر ہوتا تو ترجیح میں اختلاف ہی نہ ہوتا۔

اب اگر امامِ اعظم کا قول مطلق مانا جائے تو کراہت کا مقتضی اور اگر کلامِ عرفی کے ساتھ مقید مانا جائے تو حکم جواز..... اور امام ابو یوسف کے نزدیک دعا و تسبیح جائز.... لہذا مسئلے کے دو پہلو ہو گئے ایک کا تقاضا کراہت اور دوسرے کا مقتضی جواز جبکہ دوسری طرف عوام الناس کا اس عمل میں ابتلائے عام .... تو علامہ عبدالغنی نابلسی تیسر اللناس فرماتے ہیں۔

اما تامین المؤذنین علی دعاء الخطیب والترضی عن الصحابۃ والدعاء للسلطان بالنصر لیس ھذا من الکلام العرفی بل ھو من قبیل التسبیح ونحوہ فلا یکرہ فی الاصح۔

یعنی خطیب کی دعاء پر مؤذنین کا آمین کہنا، صحابہ کے نام سن کر رضی اللہ تعالی عنہ کہنا، بادشاہ کے لئے دعا، یہ کلام عرفی نہیں بلکہ از قبیل تسبیحات وغیرہ ہے لہذا اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں

(الحدیقۃ الندیۃ، النوع الثالث والثلاثون، صفحہ 219، مطبوعہ، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اور پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:

ان المسئلة الواقعة كما هى الاٰن فى جوامع بلادنا وغيره يوم الجمعة من الموذنين متى امكن تخريجها على قول من الاقوال فى مذهبنا او مذهب غيرنا فليست بمنكر يجب انكاره والنهى عنه وانما المنكر ماوقع الاجماع على حرمته والنهى عنه-

یعنی بیشک (نیا) پیش آنے والا مسئلہ جیسا کہ اب ہمارے شہر کی جامع مساجد میں مؤذنین جمعہ کے دن امام کی دعا پر آمین کہتے ہیں جس کی تخریج ہمارے مذہب کے اقوال میں سے کسی قول کے مطابق ہوسکتی ہو....یا.... ہمارے غیر کے مذہب پر اُس کا جواز ممکن ہوتو یہ ایسا منکر نہیں جس پر انکار کیا جائے بلکہ منکر تو وہی ہے جس کی حرمت پر اجماع ہو اور اُس کے متعلق خصوصا نہی وارد ہو۔

(الحدیقۃ الندیۃ، النوع الثالث والثلاثون، صفحہ 219، مطبوعہ، دارالکتب العلمیہ بیروت)

خدارا شامی صاحب ! .... کچھ تو خوف خدا کریں
کہاں یہ صورت حال اور کہاں آپ کا فاسد استدلال ... یہاں عوام کا ایک نئے عمل میں ابتلائے عام.... پھر اصحاب مذہب کے اقوال کا باہم مختلف ہونا.... اورعرف وتعامل ناس کا متحقق ہونا.... پھر صاحب مذہب کے کلام کا صورت معینہ سے مخصوص نہ ہونا.... اتنے احتمالات .... یہی وجہ ہے کہ صاحب حدیقہ نے امام کے قول کو مطلق نہ مانا اور دعائیہ کلمات کی تخصیص کرتے ہوئے فرمایا کہ اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں۔
اور اگر آپ کو ذرہ برابر بھی فقہائے کرام کے کلام کی معرفت حاصل ہوتی.... تو آپ دلیل اصلی کا تعین کر پاتے کہ صاحب حدیقہ نے تعامل ناس کے سبب امام ابو یوسف کے قول پر حکم دیا ہے اور امامِ اعظم کے قول مطلق کو تاویلا مقید کر دیا ہے۔
اسی تعامل کی جانب صاحب حدیقہ واضح طور پر فرما رہے ہیں:

كما هي الآن في جوامع بلادنا وغيره يوم الجمعة من المؤذنين

جیسا کہ اب ہمارے شہروں کی جامع مساجد میں
مؤذنین جمعہ کے دن امام کی دعا پر آمین کہتے ہیں

حضور والا!.... عرف وتعامل ناس (وہ کام جسے عوام و خواص اچھا جان کر کرنے لگیں) ایک ایسی دلیل ہے جس کے سبب قول امام بدل جاتا ہے یہ اسباب ستہ میں سے ایک سبب ہے۔

چناچہ اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت فرماتے ہیں :

چھ باتیں جن کے سبب قول امام بدل جاتا ہے لہذا قولِ ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے۔ وہ چھ باتیں یہ ہیں۔

(1) ضرورت (2) دفع حرج (3) عرف

(4) تعامل (5) دینی ضروری مصلحت کی تحصیل

(6) کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ۔

ان سب میں بھی حقیقۃً قول امام ہی پر عمل ہے۔

امامِ اہل سنت فرماتے ہیں:۔

اما لحدوث ضرورة او حرج او عرف او تعامل او مصلحة مهمة تُجلب او مفسدة ملمة تُسلب وذلك لان استثناء الضرورات ورفع الحرج ومراعاة المصالح الدينية الخالية عن مفسدة تربو عليها ودرء المفاسد والاخذ بالعرف والعمل بالتعامل كل ذلك

قواعد كلية معلومة من الشرع ليس احد من الائمة الا مائلا اليها وقائلا بها ومعولا عليها فاذا كان في مسألة نص الامام ثم حدث احد تلك المغيرات علمنا قطعا ان لو حدث على عهده لكان قوله على مقتضاه لا على خلافه ورده.فالعمل بقوله الضروری الغير المنقول عنه هو العمل بقوله لا الجمود على المأثور من لفظه۔

اسی طرح اقوال ائمہ میں بھی ہوتا ہے(کہ ان کے حکم صوری کے خلاف کوئی حکم ضروری پالیا جاتا ہے)اور اُن کے یہ اسباب ہوسکتے ہیں۔

(1)ضرورت (2)حرج (3)عرف

(4)تعامل (5) کوئی اہم مصلحت جس کی تحصیل مطلوب ہے (6) کوئی بڑا مفسدہ جس کا ازالہ مطلوب ہے

یہ اس لئے کہ صورتوں کا استثنا،حرج کا دفعیہ، ایسی دینی مصلحتوں کی رعایت جو کسی ایسی خرابی سے خالی ہوں جو ان سے بڑھی ہوئی ہے، مفاسد کو دور کرنا ،عرف کا لحاظ کرنا ، اور تعامل پر کار بند ہونا یہ سب ایسے قواعد کلیہ ہیں جو شریعت سے معلوم ہیں، ہر امام ان کی جانب مائل ان کا قائل اوران پر اعتماد

کرنے والا ہی ہے۔ اب اگر کسی مسئلے میں امام کا کوئی صریح حکم رہا ہو پھر حکم تبدیل کرنے والے مذکورہ امور میں سے کوئی ایک پیدا ہو تو ہمیں قطعاً یہ یقین ہوگا کہ یہ امر اگر ان کے زمانے میں پیدا ہوتا تو ان کا قول اس کے تقاضے کے مطابق ہی ہوتا اسے رد نہ کرتا اور اس کے برخلاف نہ ہوتا ایسی صورت میں ان سے غیر منقول قول ضروری پر عمل کرنا ہی دراصل ان کے قول پر عمل ہے، ان سے نقل شدہ الفاظ پر جم جانا ان کی پیروی نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد 1، صفحہ 126)

جناب والا!.... اگر قول امام کو اس مقام پر مطلق ہی مان لیا جائے تو ذکر کردہ اُصول کے مطابق صاحبِ حدیقہ نے قول صوری کے مقابلے میں قول ضروری کو اختیار کیا ہے.... کیونکہ ایسی صورت میں قول صوری کا حکم خلاف مزاج امام ہوتا۔

اللہ اکبر..... جناب شامی صاحب اگر کسی مستند مفتی کی بارگاہ میں بیٹھ کر باقاعدہ تعلیم فقہ حاصل کی ہوتی تو آپ سے ایسے فضول و ناکارہ استدلال کا ظہور نہ ہوتا۔

قارئین کرام!.... ہم نے واضح کر دیا کہ صاحب حدیقہ کا مذکورہ کلام کسی نئے پیش آنے والے مسئلے سے متعلق ہے جس میں یا تو قول امام صریح نہ ہو... یا... پھر قول امام کے مقابل تعامل ناس قائم ہو چکا ہو.... جبکہ شامی صاحب کی

ہشیاری ملاحظہ فرمائیں.... جناب مذکورہ کلام کو دلیل بناتے ہوئے ثابت یہ کررہے ہیں کہ اگر مقلد کسی بھی قول کو اختیار کرتے ہوئے قول امام معین کی مخالفت کرے اوراپنے مذہب کے فعل حرام کاارتکاب کرجائے توایسا کرنا اُس کے حق میں جائز ہے..... کیونکہ یہ منکر ہی نہیں.... جبکہ ہم ابتدا ہی میں تفصیلا بیان کرچکے کہ مخالفت امام ائمہ کے نزدیک منکر، باطل وفظیع ،خلاف اجماع، گناہ کبیرہ،شناعت و جہالت، خواہش نفس اورواجب رد ہے۔

شامی صاحب!.... کسی اچھے ماہر نفسیات سے اپنا علاج کروائیں تاکہ آپ کی عقل سے خود ساختہ محقق ہونے کا پردہ ہٹ سکے اور ایسے بھکے بھکے استدلال آئندہ سرزد نہ ہوں.....اوررہی بات صاحب حدیقہ کا یہ کہنا کہ منکر وہی ہے جس کے حرام ہونے پر اجماع ہو...یا... خصوصی نہی وارد ہو...اس سے مراد اس مقام پر یہی ہے کہ جب عرف وتعامل قول امام کے مقابل آجائیں توقول امام بدل جائے گااوروہ عمل منکرنہیں رہے گا.... لیکن یہی عرف وتعامل اجماع ...یا... نص شرعی کے مقابل قائم ہوں تو قابل اعتبارنہیں ہونگے اور وہ عمل منکرہی رہے گا۔

جیسا کہ محقق ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

اذا خالف العرف الدلیل الشرعی، فان خالف من کل وجه بان لزم من ترك النص فلا شك فی رده کتعارف الناس کثیرا من المحرمات من الربا و شرب الخمر و لبس الحریر و الذهب، و غیر ذلك مما ورد تحریمه نصا۔

یعنی عرف جب پورے طور پر دلیل شرعی کے خلاف ہو اور اس سے نص کا ترک لازم آئے تو بلا شبہ وہ عرف مردود ہو گا جیسے لوگوں کے درمیان بہت سے محرمات سود لینے، شراب پینے، ریشم اور سونا پہننے اور اس کے سوا دوسری ان تمام چیزوں میں تعارف جن کی حرمت کے بارے میں نص وارد ہو۔

(نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف، رسائل ابن عابدین، جلد، 2، صفحہ، 201، مطبوعہ، المکتبۃ الازھریہ للتراث)

اب چونکہ مذکورہ مسئلے کی حرمت پر نہ اجماع کا وجود اور نہ ہی کوئی صریح نص شرعی موجود، تو یقینا حکم جواز کا ثبوت۔
بقیہ محرمات قطعیہ وظنیہ کے تحت تفصیلی کلام آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ عزوجل

اعلیٰ حضرت کے سیاق کلام سے مذکورہ معنیٰ کی تائید:

قارئین کرام!...

امام اہل سنت نے فتاوی رضویہ کے متعدد مقامات پر عبارت ''حدیقہ '' نقل فرمائی ہے ان میں سے ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں آپ نے بلا ضرورت شرعیہ یعنی اسباب ستّہ میں سے کسی سبب کے متحقق ہوئے بغیر ہی اس بات کو جائز قرار دیا ہو کہ چاہے آپ کے مذہب میں کوئی عمل حرام ہی کیوں نہ ہو لیکن کسی بھی قول مرجوح یا مذہب غیر کے کسی قول سے اُس عمل کی موافقت ہو جائے تو وہ فرد واحد کے لئے بھی جائز و روا ٹھہرے گا.... بلکہ اس کے برعکس امامِ اہل سنت نے ایسے عمل کے مرتکب شخص کو عاصی و فاسق قرار دیا ہے.... جیسا کہ ہم ابتدا میں دلائل سے بیان کر چکے اور آگے مزید ایسے اقوال اعلیٰ حضرت آپ حضرات کے سامنے پیش کریں گے.... لیکن اس سے پہلے ہم ان تمام مقامات کو مع اُن کے سیاق و سباق بیان کرتے ہیں جہاں امامِ اہل سنت نے عبارت حدیقہ نقل فرمائی..... اور اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ امام اہل سنت کا مقصود ہر گز ہر گز وہ نہیں جو ثاقب شامی نے بیان کیا۔

پہلا مقام

سب سے پہلے اُسی مقام کو مع سیاق و سباق ملاحظہ کرتے ہیں جسے شامی صاحب نے بطور دلیل پہلے پیش کیا۔

اعلی حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ سے ایک مخصوص شہر کے لوگوں سے متعلق سوال کیا گیا کہ یہاں لوگ دو خطبوں کے دوران جلسہ میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے ہیں، اور یہاں بعض لوگ اسے شدید حرام و بدعت و شرک قرار دیتے ہیں لہذا اس کا شرعی حکم ارشاد فرمائیں (ملخصا)

اس کے جواب میں امامِ اہل سنت نے فرمایا:

امام کے لئے تو اس دعا کے جواز میں اصلا کلام نہیں، جس کے لئے نہی شارع نہ ہونا ہی سند کافی، ممنوع صرف وہی ہے جسے خدا اور رسول منع کریں۔

پھر اُس کے بعد مقتدیوں کے عمل کے متعلق ارشاد فرمایا:

رہے مقتدی ان کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم مختلف، امام ثانی عالم ربانی قاضی الشرق والغرب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک

انھیں صرف بحالت خطبہ سکوت واجب، قبل شروع و بعد ختم وبین الخطبتین دعاوغیرہ کلامِ دینی کی اجازت دیتے ہیں، اور امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ خروج امام سے ختم نماز تک عندالتحقیق دینی ودنیوی ہرطرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف وجواب سلام بلکہ مخل استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہوا گرچہ خطیب سے دور بیٹھا ہو کہ خطبہ سننے میں نہ آتا ہو، امام ثالث محرر المذہب محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالی بین الخطبتین میں امام اعظم اور قبل و بعد میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ، 480)

قارئین کرام!.... یہ اُسی سے ملتی جلتی صورت ہے جو صاحب حدیقہ کے زمانے میں پیش آئی اور تعامل ناس کے سبب اُنھوں نے امام اعظم کے قول کو کلام دنیوی کے ساتھ خاص کردیا.... بالکل اسی طرح یہاں بھی تعامل متحقق ہوا ہے اور ہم آپ کو بیان کر چکے کے تعامل ناس کے تحقق کے وقت قول امام بدل جاتا ہے۔

اور یہاں بھی کسی فرد واحد کے متعلق سوال نہیں کیا گیا بلکہ ایک شہر کے لوگوں کے تعامل سے متعلق سوال کیا گیا

ہے..... یہی وجہ ہے کے امام اہل سنت نے نرمی کا قول اختیار کیا۔

فرماتے ہیں:

اور (مقتدیوں کے لئے) زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ، اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز، اور مختار قول امام ہے، تو بیشک مذہب منقح حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 481)

لیکن اُس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

قول ارجح ممانعت سہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کے لئے خود ہمارے مذہب وکتب مذہب میں متعدد راہیں تجویز واجازت کی ہیں۔

سبحان اللہ .... قارئین کرام !.... توجہ فرمائیں امام اہل سنت درحقیقت تعامل ناس ہی کو بنیاد بنا کر اُن کے لئے آسانی کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں.... اور متعدد وہ رخصتیں بیان فرمائیں گے جن کے سبب ان کے اس عمل کو جواز کی سند مل جائے۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں:

اوّلاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اس جہالت نجدیہ کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز بتاتے ہیں حالانکہ بہ لحاظ خصوص وقت وروداس کا بھی نہیں۔

ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف جہر ممنوع ہے آہستہ میں حرج نہیں۔ اوراس کی تائیداس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالت خطبہ میں ذکر اقدس سن آہستہ درود پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی ہے، کہ دل سے پڑھے۔

ثالثاً امام نصیر بن یحیی وامام محمد بن الفضل وغیرہما عین حالت خطبہ میں بعید کو کہ خطبہ کی آواز اس تک نہ پہنچے انصات واجب نہیں جانتے، اورامام محمد بن سلمہ بھی صرف اولی کہتے ہیں اگرچہ مفتی بہ اس پر بھی وجوب، تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ اولی واجب نہ کہیں گے۔

رابعاً بعض علماء کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلامِ دنیوی ممنوع ہے دعاء و ذکر مطلقاً جائز حتی کہ عین حالت خطبہ میں بھی۔

اور مذاہب دیگر پر نظر کیجئے تو حد درجہ کی توسیعیں ہیں حتّٰی کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ:

من العلماء من قال السکوت علی القوم کان لازما فی زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما الیوم فغیر لازم ونقلہ عنہ القھستانی۔

بعض علماء نے کہا کہ لوگوں پر سکوت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں لازم تھا اب لازم نہیں رہا اسے قہستانی نے نقل کیا ہے۔

پھر اُس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

علمائے محتاطین تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں انکار بھی ضروری وواجب نہیں جانتے۔

اور پھر علامہ عبدالغنی نابلسی صاحب حدیقہ کا وہی کلام نقل فرماتے ہیں۔

ان المسئلة الواقعة کما ھی الاٰن فی جوامع بلادنا وغیرہ یوم الجمعة من الموذنین متی امکن تخریجھا علی قول من الاقوال فی مذھبنا او مذھب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنھی عنہ وانما المنکر ماوقع الاجماع علی حرمتہ والنھی عنہ-

مسئلہ درپیش جیسا کہ اب ہمارے شہر کی جامع مساجد میں مؤذنین جمعہ کے دن امام کی دعا پر آمین کہتے ہیں اس کی تخریج وثبوت ہمارے مذہب یا دوسرے مسلک میں ممکن ہے، تو یہ ایسا ناجائز نہیں کہ اس کا انکار اور اس سے منع لازم ہو، منکر تو وہ ہوتا ہے جس کی حرمت اور ممانعت پر اجماع ہو۔

(فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ 482-تا-485)

قارئین کرام!..... یہاں امامِ اہل سنت سے ایک شہر کے لوگوں کے عرف و تعامل کے متعلق سوال کیا گیا تھا جس پر امامِ اہل سنت نے نرمی کا اظہار فرمایا... کیونکہ جب قول امام کے مقابل عرف وتعاملِ ناس قائم ہو جائے تو ہمیشہ آسانی کا حکم دیا جاتا ہے.... بشرطیکہ اُس تعامل کے سبب نص شرعی کا ترک لازم نہ آتا ہو.... اب اگرچہ یہ عرف و تعامل ایک خاص شہر کے لوگوں کا ہے لیکن عرف خاص بھی اگر قول امام کے معارض ہو تو قول امام ترک کردیا جاتا ہے۔

جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی اپنے رسالہ ''نشر العَرف فی بناء بعض الاحکام علی العُرف'' میں فرماتے ہیں:

اما العرف الخاص اذا عارض النص المذهبی المنقول عن صاحب المذهب فهوا معتبر کما مشی علیه اصحاب المتون و الشروح و الفتاوی فی الفروع التی ذکرنا و غیرها و شمل العرف الخاص القدیم و الحادث کالعرف العام۔

یعنی عرف خاص جب صاحب مذہب سے منقول نص مذہبی کے معارض ہوتو اُس کا اعتبار ہوگا۔ چناچہ اصحاب مُتون وشروح وفتاوی نے فروع مذکورہ میں اوران کے علاوہ دوسرے فروع میں یہی مؤقف اختیار کیاہے، اورعرف جدید و قدیم دونوں ہی معتبر ہیں جیسے عرف عام قدیم وجدید دونوں معتبر ہیں۔

(رسائلِ ابنِ عابدین، رسالہ نشر العرف، جلد2، صفحہ231، المکتبۃ الاھریۃ للتراث)

کچھ سمجھے شامی صاحب!..... میرے خیال سے آپ مسائل فقہیہ کے بنیادی اصولوں ہی سے ناواقف ہیں..... بس ایک عبارت پکڑ کر شروع ہو گئے نہ سیاق وسباق دیکھا نہ دیگر ضروری اصولوں پر نظر نہ مزاج فقہاء کا علم اور نہ ہی کلامِ

اعلی حضرت کی معرفت .... یہ اتنی آسان راہ نہیں کے منہ اُٹھائے اور لگے طبع آزمائی کرنے۔

دُوسرا مقام

امام اہل سنت سے ایک سوال کیا گیا کہ خطبہ میں حاکم وقت کی تَعریف کرتے وقت خطیب کا منبر سے ایک سیڑھی اُترنا اور پھر چڑھ جانا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ ساتھ ہی سائل نے دو جواب بھی ارسال کرتے ہوئے پوچھا کہ دونوں میں سے کس کا جواب احق بالقبول ہے۔

پہلا جواب

یہ کہ ایسا عمل ناجائز و گناہ اور بدعت ہے جس پر مُجیب نے فتاوی شامی کے حوالے سے ابن حجر کا ایک قول بھی نقل کیا۔

دوسرا جواب

جبکہ دوسرے مجیب نے اس عمل کو جائز قرار دیا اور پہلے جواب کا رد فرمایا اور ساتھ ہی یہ لکھا۔

طریقۂ محمدیہ کی شرح میں لکھا ہے:

ان المسئلة الواقعة متی امکن تخریجها علی قول من الاقوال فی مذهبنا اومذهب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکاره والنهی عنه وانما المنکر ماوقع

الاجماع علی حرمته والنهی عنه خصوصا۔
یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج
ہمارے حنفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو شافعیوں یا
حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اس کی تصریح ممکن ہو
تو وہ ایسا منکر نہیں کہ اس کا انکار کرنا اور اس سے منع کرنا واجب
ہو بلکہ ایسا اس منکر کیلئے ہے جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع
علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو۔
قارئین کرام!..... یہاں ایک ایسے عمل کے متعلق
سوال کیا گیا جس عمل کے عدمِ جواز پر صاحب مذہب و
اصحاب مذہب کا سرے سے کوئی قول ہی منقول نہیں۔ لہذا
مجیب ثانی مجدد الف ثانی کی بیان کردہ وجہ ذکر کرنے کے بعد
لکھتے ہیں:

علامہ حسین کاشفی مؤلف تفسیر حسینی اپنی کتاب
ترغیب الصلٰوۃ میں فرماتے ہیں:

ازاں پایہ منبر کہ حمد وثنا و درود گفتہ ذکر خلفائے کرام
کردہ نشیب آید و ذکر کرو دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالا
رفتہ خطبہ باقیہ تمام کند۔

اور مطلب عبارت ترغیب الصلٰوۃ کا یہ ہے کہ منبر

کے اس زینۂ معلومہ پر حمد وثناء ودرود پڑھ کر اور ذکر خلفائے
راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کر کے نیچے کے زینہ پر خطیب آئے
اور ذکر و دعائے سلطان کر کے جب دعائے سلطان تمام
ہو جائے پھر اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے۔
اور پھر نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے حنفی مذہب کی
کتاب میں بھی اس زینہ اُترنے کے لئے ملا حسین کاشفی حنفی
مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ بوجہ
مذکور الصدر کے یہ زینہ اُترنا جاری ہوا ہے اب جو علماء اس کو
بدعت قبیحہ شنیعہ فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بدعت قبیحہ
ومنکر مطابق عبارت شرح طریقہ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس
کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور
مانحن فیہ میں خود ہمارے حنفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ
اترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ
زینہ اترنا بدعت کیسے ہوا، ہاں جو علماء اس کو بدعت قرار دیتے

ہیں حنفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت کریں یا کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینہ اترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحۃً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو تو اس سے منع کرنا واجب ہوگا۔

(فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ414-تا-415)

قارئین کرام!.... عبارت کے آخری حصہ پر غور فرمائیں لکھتے ہیں۔

(1) جو مذکورہ عمل کو بدعت قرار دے رہے ہیں وہ کُتبِ احناف سے اُن کا بدعت ہونا ثابت کریں۔

(2) یا کسی کتاب سے اس عمل کا اجماعا حرام ہونا ثابت کریں۔

(3) یا شارع علیہ السلام کے صریح فرمان سے اُس کی ممانعت ثابت کریں۔

(4) اگر ان میں سے کسی دلیل سے اس کا منکر ہونا ثابت ہو تو اُس سے منع واجب ہوگا۔

قارئین کرام!..... مجیب ثانی کے مطابق اگر مذہبِ حنفی میں اُس عمل کے عدم جواز کا حکم ہو تو اُسے منکر کہنا لازم اور اُس سے منع کرنا واجب ہوگا۔

اب اسی جواب کو امامِ اہل سُنت اعلیٰ حضرت نے صحیح اور حق

قرار دیا۔

فرماتے ہیں :

پس احق بالقبول حکم مجیب ثانی ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 426)

یعنی امامِ اہل سنت اسی بات کی تائید فرما رہے ہیں کہ اگر اس عمل کے عدمِ جواز پر قول امام موجود ہوتا تو عدمِ تعامل کے وقت اُس کا ارتکاب یقینا منکر اور واجب الانکار ہوتا۔

اسی جانب اپنے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

اقول و باللہ التوفیق کسی فعل مسلمین کو بدعت شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ ان کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے انھوں نے اس سے منع فرما دیا ہے، اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و مستحق عذاب ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

کیا اللہ عزوجل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو، دلیل

شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ ہیں اور ہمارے لئے قول مجتہد
صرف ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں اس کے سوا
اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اس مسئلے کو
یونہی نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحۃً بتاتے ہیں کہ یہ
فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو
اور جس کا خیال ہے اسی کے ذمہ رہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 417)

سبحان اللہ .... امام اہل سنت کے جواب پر غور فرمائیں کہ..... مسلمانوں کے کسی فعل کو ناجائز و حرام کہنا اللہ اور رسول پر حکم لگانا ہے گویا کہ اللہ و رسول نے اس عمل کو حرام کیا ہے.... اور پھر فرمایا.... دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ یعنی قرآن و سُنت اور اجماع و قیاس ہیں اور ہمارے لئے قول مجتہد .... صرف ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں.... امام اہل سنت نے بالکل واضح الفاظ میں بیان کر دیا کہ .... ہمارے لئے قول امامِ دلیل شرعی ہے اگر کسی شے کے عدمِ جواز پر قول مجتہد یعنی ہمارے امام کا حکم موجود ہوگا تو اُس کے مطابق ہم پر عمل واجب اور اُس کا ترک ہمارے حق میں ناجائز و حرام۔

شامی صاحب!.... کلامِ اعلیٰ حضرت سے آپ کے

مؤقف کا فساد ظاہر ہو گیا.... آپ اپنی جس فاسد فکر کو عبارت حدیقہ سے ثابت کرنے چلے تھے اُسی کا رد ہو گیا۔
اللہ رجوع کی توفیق دے آمین۔

تیسرا مقام

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا کہ:

ہمارے اس ملک سندھ اور نیز بمبئی میں قدیم الایام سے یہ مروج ہے کہ جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چند آدمی میت کو قبرستان لے جاتے ہیں اور قبرستان پہنچ کر اس میت کو بخش دیتے ہیں او جب واپس لوٹتے ہیں تو اس طرح کلمہ طیبہ پڑھتے آتے ہیں اور اس کا ثواب میت کے مکان پر پہنچ کر اس کو بخش دیتے ہیں آیا اس کلمہ کا ذکر میت کے آگے اور واپسی کے وقت جہرا پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اسے کفر و شرک یا حرام قطعی کہے اور مسلمانوں کو اس کے باعث مستحق لعن وطعنہ جانے وہ خاطی ہے یا نہیں؟

امامِ اہل سنت نے جواباارشاد فرمایا:

فی الواقع لوگوں کو ذکر مذکور سے منع نہ کیا جائے،

مسئلہ جہر مختلف فیہا ہے اور اطلاقات قرآن عظیم اورشادات احادیث کثیرہ جانب جواز وندب ہونے کے علاوہ حق یہ ہے کہ

نفس ذکر خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی حد ذاتہ اصلا متعلق نہی و قبح نہیں، نہ وہ ہرگز غیر معقول کے معنی بلکہ ذکر اہم و اعظم مقاصد شرع مطہر سے ہے بلکہ اپنے زعم پر وہی اہم و اعظم مقاصد بلکہ حقیقۃً وہی مراد و مقصود و مرجع و مآل جملہ مقاصد ہے نہی عارض بوجہ عارض راجع بعارض ہوگی نہ عائد بذکر، جیسے محل ریاء و سمعہ میں ذکر جہر یا بقید عارض تا عروض عارض مختص بافراد مختصہ بعارض۔

(فتاوی رضویہ، جلد،23، صفحہ، 161۔تا۔169)

قارئین کرام!..... چند اُمور قابل غور ہیں.... سوال میں ایک ایسے عمل کے بارے میں پوچھا گیا جو بلادِ سندھ اور ممبئ جیسے شہر میں رائج ہے اور پھر نفس ذکر فی نفسہ عبادت مقصودہ ہے اور ممانعت سے اصلا کوئی تعلق نہیں رکھتا یعنی ذکر کرنا چاہے جہرا ہو یا سرا فی نفسہ عبادت ہے۔

امامِ اہل سنت کے کلام سے ثابت شدہ اُمور:

(1) قرآن و حدیث کے اطلاق کے مطابق نفس ذکر خدا و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حد ذات میں ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتا.... بلکہ ذکر مقاصد شرع میں سے سب سے اہم و اعظم ہے بلکہ حقیقۃ وہی مقصودِ جملہ مقاصد ہے۔

(2) اگر کبھی ذکر سے متعلق کہیں نہی وارد ہوگی تو وہ کسی عارض کے سبب ہوگی، جیسے ریا کاری کے اندیشہ کے وقت جہراً ذکر کا ممنوع ہونا۔

(3) اور یہ ممانعت بھی تب تک رہی گی جب تک وہ عارضہ باقی رہے گا جیسے ہی وہ سبب منتفی ہوگا پھر اپنی اصل پر ذکر جائز۔

قارئین کرام!..... امامِ اہل سنت کے کلام سے یہ بالکل ظاہر ہے صورتِ مسئولہ کا حکم یقینا جائز و مندوب ہے ...... لیکن بعض ائمہ کے نزدیک راستوں میں بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے،

جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں محیط پھر ہندیہ میں ہے:

قال الفقیہ ابو جعفر سمعت شیخی ابابکر یقول سئل ابراھیم عن تکبیر ایام التشریق علی الاسواق والجھر بھا قال ذٰلك تکبیر الحوکۃ وقال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ یجوز قال الفقیہ وانا لا امنعھم عن ذٰلك کذا فی المحیط۔

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا اپنے شیخ ابوبکر سے سنا کہ وہ

فرماتے تھے امام ابراہیم سے بازاروں میں بلند آواز سے تکبیرات ایام تشریق کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ جولا ہوں کی تکبیر ہے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ یہ جائز ہے اور فقیہ نے کہا کہ میں لوگوں کو اس سے منع نہیں کرتا

محیط میں یوں ہے۔

پھر بحر و در اور غنیہ کی عبارات نقل فرما کر یہ بھی بتا دیا کہ.... عوام اگر ذکر بالجہر کریں تو منع نہیں کیا جائے گا اور ساتھ یہ بھی فرما دیا کے اگر جہر میں کراہت ہے بھی تو فقط تنزیہی کی حد تک۔

فرماتے ہیں:

جہر میں کراہت بھی ہے تو نہ اس قدر کہ خوبی ذکر کی مقاومت کر سکے ولہذا جب منع جہر میں ترک ذکر کا مظنہ ہو خوبی ذکر کو ترجیح دیں گے اور کراہت جہر کا لحاظ نہ کریں گے۔ انصافا یہ شان صرف کراہت تنزیہہ میں ہو سکتی ہے جس کا حاصل خلاف اولی ہے نہ کہ ممنوع و ناجائز۔

یعنی میت کے ساتھ مسلمانوں کا بلند آواز سے ذکر کرنا ہرگز ناجائز نہیں، لیکن چونکہ بعض ائمہ کی عبارت سے

مکروہِ تنزیہی قرار پایا..... اس لئے اُس سے پیدا ہونے والے وہم کے دفع کے لئے عبارتِ حدیقہ نقل فرمادی۔

علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں :

المسئلة متی امکن تخریجها علی قول من الاقوال فلیست بمنکر یجب انکاره والنهی عنه وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمته والنهی عنه۔

جب کسی مسئلہ کو چند اقوال میں سے کسی ایک قول پر حمل کیا جاسکے تو وہ ایسا جرم اور گناہ نہیں کہ جس سے روکنا اور جس کا انکار کرنا ضروری ہو لیکن منکر یعنی گناہ وہ ہے جس کی حرمت پر اجماع اور نہی واقع ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 172-تا-174)

اسی ضمن میں تحفہ اثنا عشریہ کی عبارت بھی نقل فرمائی:

فرماتے ہیں تحفہ اثنا عشریہ میں ہے:

ہرکہ باجود ایں ہمہ قول جازم نماید بے باک و بے احتیاط ست وہمیں ست شان محتاطین از علمائے راسخین کہ دراجتہادیات مختلف فیہا جزم باحد الطرفین نمی کنند۔

جو کوئی ان تمام باتوں کے باوجود کسی ایک طرف پختہ یقین دکھائے تو وہ بیباک نڈر اور بے احتیاط ہے۔ پس راسخ علماء

اور محتاط حضرات کی یہی پہچان ہے کہ وہ مختلف فیھا اجتہادی مسائل میں کسی ایک طرف یقین نہیں رکھتے۔

قارئین کرام !.... امامِ اہل سنت نے ایک خاص موقع و محل میں ان عبارات سے استدلال فرمایا کہ..... جب قول امام موجود نہ ہو اور کراہت کا کوئی پہلو کسی اور سبب سے نکلتا ہو تو عوام کو ایسے عمل سے جو فی نفسہ خیر و مندوب ہو روکا نہیں جائے گا.... اور اپنے مؤقف کی تائید میں عبارت تحفہ و حدیقہ پیش کی ہے.... نہ کہ یہ چھٹی دے دی کہ عوام میں سے کوئی بھی فرد کسی بھی قول کو اختیار کرتے ہوئے اپنے مذہب کے فعل حرام کا ارتکاب کرتا پھرے.... جیسا کہ ہم آپ کو ابتداء میں دلائل سے بیان کر چکے.... مقلد کا اپنے مذہب کے فعل حرام کا ارتکاب امام اہل سنت اور دیگر محققین کے نزدیک ناجائز و گناہ ہے.... جس پر ہم آگے بھی امامِ اہل سنت کے ایسے فتاوی پیش کریں گے جس میں آپ نے مسئلے کے اجتہادی ہونے کے باوجود مرتکب کی تفسیق کی ہے اور انتہائی شدت فرمائی ہے..... جبکہ شامی صاحب نے کمال ہشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عبارتِ تحفہ سے یہ استدلال کرلیا کہ.... اگر کوئی کسی بھی قول ضعیف.... یا..... کسی اور مذہب کے قول کو بنیاد بنا کر اپنے مذہب کے فعل حرام کا ارتکاب کرے تو

ایسے شخص کو نہی نہیں کی جائے گی.... اُس کے نزدیک یہ جائز ہے کیونکہ مسئلہ جو اجتہادی ٹھہرا۔

اللہ کی پناہ ایسے جاہلانہ استدلال سے۔

عبارت تحفہ کا حقیقی مفہوم:

عبارت تحفہ سے فقط اتنی بات ثابت ہو رہی ہے کہ.... علمائے راسخین مختلف فیھا اجتہادی مسائل میں کسی ایک جانب یقین نہیں رکھتے..... اور یہ بات بالکل ایسی ہی ہے کہ.... مسئلہ جب مختلف فیھا ٹھہرا تو ایک جانبِ یقین کامل حاصل ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ مختلف فیھا اجتہادی مسائل کی بنیاد ہی ظن غالب اور اپنے اپنے امام کی رائے پر ہوتی ہے.... اور ہر شخص پر ایسے مسائل میں اپنے امام کی تقلید واجب ہوتی ہے.... جیسا کہ ہم تفصیلا پہلے بیان کر چکے.... اور جہاں ایسی صورت حال پیش آجائے کہ قول امام کے مقابل عرف وتعامل قائم ہو جائیں تو وہاں قول امام ترک کر دیا جاتا ہے جیسا کہ سابق میں ہم نے دلائل سے بیان کر دیا۔

شامی صاحب!..... کچھ عقل و شعور کے ناخن لیں..... اس عبارت سے یہ کہاں ثابت ہو رہا ہے کہ... اپنے مذہب کے حرام کام کئے جاؤ اور کہتے جاؤ.... اجتہادی مسائل یقینی نہیں اس لئے ہمیں اختیار ہے کسی بھی قول پر عمل کر لیں ...

.. جبکہ ہم امامِ اہل سنت کے حوالہ سے دلائل کثیرہ سے ثابت کر چکے کے امام مذہب کی مخالفت گناہ ومنکر ہے۔

چوتھا مقام

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت سے کسی ولی اللہ کی قبر کے بوسہ لینے سے متعلق سوال کیا گیا تو،

جواباارشاد فرمایا:

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے۔اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے دو چیزوں داعی ومانع کے درمیان دائر، داعی محبت ہے اور مانع ادب، تو جسے غلبہ محبت ہو اس سے مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے ثابت ہے اور عوام کے لئے منع ہی احوط ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ403)

قارئین کرام!..... ولی کی قبر کا بوسہ لینا فی نفسہ کوئی حرام و ناجائز کام نہیں .... اسی لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا یہ ایک ایسا امر ہے جو دو چیزں کے درمیان دائر یعنی محبت کا تقاضا یہ ہے بوسہ لیا جائے اور تقضائے ادب یہ ہے اجتناب کیا جائے۔

پھر اُس کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے

فرماتے ہیں:

بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب ہو جبکہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اجلہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اس پر شورش کی کوئی وجہ نہیں اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ406)

امام اہل سنت کے نزدیک یہ عمل واجب الانکار ہی نہیں.... کیونکہ نہ تو اس کے انکار پر قول امام کا وجود اور نہ ہی کسی نص شرعی سے ممانعت ثابت .... بلکہ اس کے جواز پر بہت سے دلائل قائم.... لیکن چونکہ بعض کتب میں اس کی ممانعت وارد ہے اس لئے صاحب حدیقہ کی عبارت نقل فرماتے ہیں:

امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

المسألة متی امکن تخریجها علی قول من الاقوال فی مذهبنا او مذهب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکاره والنهی عنه وانما المنکر ماوقع الاجماع علی حرمته والنهی عنه۔

یعنی جب کسی مسئلے کی ہمارے مذہب کے اقوال میں سے کسی قول پر یا کسی دوسرے مذہب پر تخریج ممکن ہو تو ایسا مسئلہ قابل انکار نہیں ہوتا کہ جس کا انکار واجب ہو اور اس سے منع کیا جائے قابل انکار وہ مسئلہ ہوتا ہے کہ جس کی حرمت پر اہل عالم کا اتفاق ہو اور اس سے منع کیا گیا ہو۔

قارئین کرام!.... یہاں بھی امام اہل سنت نے اُسی عبارتِ حدیقہ کو نقل کیا.... لیکن واللہ ہر گز ہر گز وہ معنی مراد نہ لیا جو شامی صاحب لئے بیٹھے ہیں.... اور عبارت کا معنی بھی واضح ہو گیا کہ.... اس مسئلے میں بھی دو پہلو ہیں، ایک جانب جواز جس پر دلائل قائم اور عدمِ جواز پر قول امام کا نہ ہونا.... دوسرا پہلو وہی خوف فتنہ کہ عوام جہالت کا مظاہرہ نہ کر جائیں اس لئے عوام کو احتیاطاً منع فرمایا.... اور ساتھ ہی اس عمل کے واجب الانکار ہونے کا ردّ فرمایا.... لیکن شامی صاحب ہیں کہ ایک ہی راگ الاپ رہے ہیں کہ.... اپنے مذہب کے حرام کا ارتکاب جائز و غیر منکر.... اگرچہ دلیل مرجوح ہو.... یا.... مخالف مذہب کے کسی قول سے تائید مل جائے۔

قارئین کرام!.... بحمدہ تعالیٰ ہم نے امامِ اہل سنت کی عبارات کے سیاق وسباق سے یہ بات ثابت کر دی کہ .... ان چاروں مقامات پر کہیں بھی امامِ اہل سنت نے یہ نہیں فرمایا کہ.... بلا ضرورت شرعیہ یعنی اسباب ستہ کے تحقق کے بغیر

کسی بھی مقلد کے لئے اپنے امام و مذہب سے ثابت شدہ کسی فعل حرام کا ارتکاب کسی قول ضعیف ...یا... کسی اور مجتہد کے قول پر عمل کرتے ہو جائز ہے...یا... اُسکا انکار واجب نہیں.... بلکہ ان شاء اللہ ہم مزید امام اہل سنت کے اقوال سے یہ ثابت کریں گے کہ ایسا کرنا ناجائز و گناہ ہے۔

لا تفسیق بالاجتہادیات سے فاسد استدلال

شامی صاحب نے اپنی کتاب مسلک اعتدال کے صفحہ 43 تا 44 پر امامِ اہلسنت کے ایک فتوے کی عبارت سے لئے گئے ایک قول:

"لا تفسیق بالاجتہادیات"
یعنی اجتہادی مسائل میں تفسیق نہیں

سے اپنے باطل و مردود مؤقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے.... اور اپنے زعم فاسد میں گویا بڑا تیر مارا ہے کہ.... اب تو امام اہل سنت کا صریح قول ہاتھ آیا لیکن شامی صاحب نے اس مقام پر بھی عبارت کے سیاق و سباق سے بے اعتنائی برتتے ہوئے امام اہل سنت کے اس قول کو اپنے مذموم مؤقف کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا ہے... اب یا تو شامی صاحب نے خیانت سے کام لیا ہے... یا... پھر وہی بات کے امامِ اہل سنت کے کلام کے مصداق کو سمجھ ہی نہ سکے.... ہم یہاں بھی حسن ظن سے کام لیتے ہوئے جناب کی کم علمی پر محمول کرتے ہیں۔

سیاق قول امام اہل سنت:

امام اہل سنت جماعت ثانیہ سے متعلق اپنے رسالے

میں شافعی امام کی اقتدا میں حنفی کی نماز کا حکم بیان فرماتے ہو لکھتے ہیں۔

درمختار میں ہے:

تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ اوعدمہا لم یصح وان شك کرہ۔

یعنی مخالف کے پیچھے نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک کے پیچھے، لیکن بحر میں وتر کی بحث میں ہے کہ اگر اس کا مذہب حنفی کی رعایت کرنا یقینی ہو تو پھر مکروہ نہیں، اگر مذہب حنفی کی رعایت نہ کرنا یقینی ہو تو صحیح نہ ہوگی، اور اس کے بارے میں شک ہو تو نماز مکروہ ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد، 7، صفحہ، 116)

اور پھر آگے کچھ تفصیل کے بعد لکھتے ہیں:

قولهم لم یوتر اصلا لا یظهر له وجه فانه بترکه لا یفسق فضلا عما یوجب بطلان الاقتداء فان الوتر وان وجب عندنا فهو مجتهد فیه ولا تفسیق بالاجتهادیات۔

یعنی اصلا وہ وتر نہ پڑھتا ہو ان کا یہ قول درست نہیں
کیونکہ وتر کے ترک سے وہ فاسق نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کی
اقتداء کو باطل قرار دیا جائے کیونکہ وتر ہمارے ہاں اگرچہ
واجب ہیں لیکن یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اجتہادی مسائل میں
کسی کو فاسق قرار نہیں دیا جاسکتا
(فتاوی رضویہ، جلد، 7، صفحہ، 119)

قارئین کرام!.... یہاں امام اہل سنت نے شافعی امام کے حوالے سے حکم بیان کیا کہ نماز وتر مذہب حنفی میں واجب ہے جبکہ شوافع کے نزدیک واجب نہیں تو جو عمل اُن کی فقہ میں واجب ہی نہیں اُس کے ترک سے وہ کیسے فاسق ہوگا؟۔

اس پر فرمایا کہ:

"لاتفسیق بالاجتھادات"

" اجتہادی مسائل میں تفسیق نہیں کی جائے گی"

یعنی کوئی حنفی کسی شافعی کی تفسیق نہیں کرسکتا کیونکہ دونوں اپنے اپنے امام کے اجتہاد کے تابع ہیں.... لہذا اگر ایک کے امام کے نزدیک کوئی فعل فرض و واجب ہے اور دوسرے کے مذہب میں نہیں تو فرض و واجب کا قائل ایسے مخالف مذہب کی تفسیق ہرگز نہیں کرسکتا..... کیونکہ ہر مقلد کو اپنے امام کے اجتہاد پر عمل لازم ہے۔

شامی صاحب!.... اگر امام اہل سنت کے اس قول کو آپ کے فاسد مؤقف کے مطابق مطلق مان لیا جائے تو امام اہل سنت کے بہت سے فتاوی اپنے ہی اس قول کی زد میں آجائیں گے.... وہ تمام فتاوی جہاں امامِ اہل سنت نے کسی حرام ظنی کے سبب کسی کی تفسیق کی وہ امام کے اپنے ہی اس قول کے مطابق باطل ٹھہریں گے۔

جیسا کہ امام اہل سنت نے فتاوی رضویہ کے بہت سے مقامات پر داڑھی منڈانے اور حد قبضہ سے کم کرنے والے کو فاسق معلن قرار دیا ہے.... اور جب سرے سے وجوب لحیہ ہی ظنی مسئلہ ٹھہرا تو پھر تفسیق کیوں....؟ کیا امام نہیں جانتے تھے کہ اجتہادی مسائل میں تفسیق جائز نہیں؟.... کیا انھیں یہ علم نہ تھا کہ یہ وجوب عند الاحناف ہے.... تو یقینا آپ کو ماننا پڑے گا کہ امام اہل سنت کا یہ قول مقید ہے اور خاص صورت پر دال ہے.... جو کہ امام سے پوچھے جانے والے سوال سے بالکل عیاں ہے.... سائل نے سوال شافعی مسلک کے امام کے متعلق کیا ہے اور بات یہ چل رہی ہے کہ اگر شافعی امام، حنفی مقتدی کی رعایت نہ کرے تو نماز کا کیا حکم ہوگا.... جس پر امام فرما رہے ہیں.... اگر شافعی امام تارک وتر ہے تو اس سبب سے اُس کی اقتدا کو ناجائز نہیں کہہ سکتے کیونکہ ترک وتر کے سبب وہ فاسق نہیں ہوا کہ اُن کے امام کے نزدیک نمازِ وتر واجب ہی

نہیں.... اور جب دو اماموں کا کسی اجتہادی مسئلہ میں حلال و حرام کا اختلاف ہو جائے .... تو اُن کے مقلدین میں سے ہر مقلد کو اپنے امام معین کی تقلید واجب.... لہذا حنفی مقلد کے مذہب میں کوئی عمل حرام ہے اور شوافع کے نزدیک وہ جائز ہو تو حنفی کے لئے کسی شافعی کی تفسیق کرنا جائز نہیں۔

شامی صاحب!.... فقہ کا ایک مبتدی طالب علم بھی اس مسئلہ کو جانتا ہے کہ اجتہادی مسائل میں ہر مقلد اپنے اپنے امام کی پیروی کرے گا.... اور کوئی دوسرے کی تفسیق نہیں کر سکتا.... لیکن آپ نے اپنی کم علمی کے باعث امام کے کلام کو اطلاق پر محمول کرتے ہوئے اپنے فاسد مؤقف کی تائید میں پیش کر دیا کہ.... اگر کوئی بھی شخص کسی بھی قول کو اختیار کر لے چاہے اس کا ارتکاب اُس کے امام کے نزدیک حرام و ناجائز ہو تو ایسے کی تفسیق نہیں کی جائے گی کیونکہ لا تفسیق بالا جتہادات۔

اللہ کی پناہ ایسے باطل و مردود استدلال سے

سابق میں ہم امامِ اہل سنت اور دیگر محققین کے حوالہ سے یہ ثابت کر چکے کہ مقلد کا اپنے امام کی مخالفت اختیار کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ ایک اور حوالہ پیش ہے۔

امامِ اہل سُنت اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا:

ہمارے علمائے اہلسنت رحمہم اللہ تعالی اس میں

کیا فرماتے ہیں(کہ جیسا کہ حنفی کو بموجب اس کے جو کہ درمختار میں ہے اس بات سے کہ ضرورت کے وقت کسی مسئلہ میں اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے کا کچھ خوف نہیں ہے لیکن بشرط اس کے کہ اس مسئلہ میں اسی امام کے سب شروط کا التزام کرے اور نیز بموجب اس کے جو کہ شامی میں ہے اس بات سے کہ ابن وہبان نے اپنے منظومہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر ضرورت کے وقت امام مالک کے قول پر فتوی دیا جائے تو جائز ہے اور نیز بموجب اس کے جو کہ جامع الرموز میں ہے اس بات سے کہ مفقود کی مدت انتظار کی تعیین میں امام مالک اور امام اوزاعی چار برس تک کے قائل ہیں پھر بعد چار برس اس کی بیوی کو نکاح کرنے کی اجازت ہے تو اگر ضرورت کے وقت ہمارے یہاں بھی اس قول کے ساتھ فتوی دیا جائے تو کچھ خوف نہیں) ضرورت کے وقت دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے....یا.... نہیں؟

امامِ اہل سنت کا جواب:

تقلید امام دیگر وقت ضرورت صحیحہ بشرط مذکورہ فی السوال کا جواز متفق علیہ ہے ولہذا حنفی شافعی ہر مذہب کے محتسب کو لکھتے ہیں کہ اپنے ہم مذہب کو جو بات خلاف مذہب کرتے دیکھیں اگر وہ اس میں عذر تقلید غیر پیش کرے احتساب

سے ہاتھ اٹھائیں۔

پھر فرماتے ہیں شرح عین العلم میں ہے :

لو رأى الشافعي شافعا يشرب النبيذ او ينكح بلا ولي ويطوء زوجته او رأى الحنفي حنفيا يلعب بالشطرنج اولبس الثوب الاحمر فهذا في محل النظر كما في الاحياء والاظهر ان له الحسبة والانكار اذلم يذهب احد من المحصلين الى ان له ان ياخذ بمذهب غيره بل على مقلد اتباع مقلده في كل تفصيل فمخالفة المقلد متفق على كونه منكرا بين المحصلين وهو عاص بالمخالفة الا انه جوز له تقليد غيره من الائمة في بعض المسائل فاذا اعتذروا قال انا مقلد للشافعي او الحنفي في هذا الباب، يرتفع عنه الاحتساب۔

اگر کوئی شافعی کسی دوسرے شافعی کو دیکھے کہ وہ نبیذ پیتا ہے اور بغیر ولی کے نکاح کرتا ہے اور اس بیوی سے ہمبستری کرتا ہے یا کوئی حنفی کسی دوسرے حنفی کو دیکھے کہ وہ شطرنج کھیلتا ہے یا سرخ لباس پہنتا ہے تو یہ قابل اعتراض

ہے جیسا کہ امام غزالی کی الاحیاء میں ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کے لئے احتساب اور انکار ہے کیونکہ محصلین میں سے کوئی ادھر نہیں گیا کہ اس کے لئے کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے بلکہ مقلد پر ہر تفصیل میں اپنے امام کا اتباع فی المذہب ضروری ہے لہٰذا امام کی مخالفت کے گناہ ہونے پر محصلین کا اتفاق ہے اور مخالفت امام کا مرتکب گناہ گار ہے ہاں

البتہ اس کے لئے دوسرے ائمہ میں سے کسی امام کی بعض

مسائل میں تقلید جائز ہے پھر اگر عذر پیش کرے اور کہے میں

اس باب میں امام شافعی یا امام ابوحنیفہ کا مقلد ہوں تو اس سے

احتساب اٹھ جائے گا۔

(فتاوی رضویہ، جلد، 23، صفحہ، 640)

اللہ اکبر.... قارئین کرام!....

جیسا کہ ہم نے امام اہل سنت کے بیان کردہ اسباب ستہ کے بیان کے تحت تفصیلاً ذکر کیا کہ چھ چیزیں یعنی

(1) ضرورت (2) دفع حرج (3) عرف (4) تعامل (5) دینی ضروری مصلحت کی تحصیل (6) کسی فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب کا ازالہ

کے سبب قول امام بدل جاتا ہے اور ان تمام صورتوں میں میں بھی حقیقۃ قول امام ہی پر عمل ہے۔

اُسی صورت سے متعلق مذکورہ جواب میں امامِ اہل سنت کا کلام ہے کہ... ضرورت کے سبب دوسرے امام کے قول پر مع اُس کی تمام شرائط کے عمل کیا جا سکتا ہے.... لیکن اگر ضرورت متحقق نہ ہوتو کیا تب بھی ایک مقلد کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی بھی قول پر عمل کر لے اگر چہ اپنے مذہب کے حرام کا مرتکب ہو؟.... اس حوالے سے اعلی حضرت انتہائی واضح الفاظ میں شرح عین العلم سے بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شافعی اپنے امام کے قول کی مخالفت کرتا ہے... یا... حنفی اپنے امام کی مخالفت کرتا ہے (جیسا کہ جواب میں مذکور افعال)

(1) تو یہ تمام اعمال قابل اعتراض ہیں۔

(2) اُن پر احتساب اور انکار کیا جائے گا یعنی اُس کے فعل کو منکر ماننا لازم ہے کہ اپنے امام کے مذہب کا اتباع واجب ہے

(3) اور امام کی مخالفت گناہ ہے اور ایسے عمل کا مرتکب گناہ گار ہے۔

(4) اور اُس پر ہر تفصیل میں اپنے ہی امام کا اتباع لازم ہے۔

قارئین کرام!..... نظر انصاف سے فیصلہ کریں کیسے صریح الفاظ میں شامی صاحب کے مؤقف کا ردّ ہے.... اور اس سے بالکل عیاں ہے کہ مقلد پر ہر ہر تفصیل میں اپنے ہی امام کا اتباع لازم ہے... اگر اپنے مذہب کے کسی فعل حرام کا ارتکاب اپنے گمان میں جائز جان کر کسی اور مجتہد کے قول پر عمل

کرتے ہوئے کرے گا تب بھی گناہ گار ہے کہ ہر ہر تفصیل میں اُس پر اپنے ہی امام کی اتباع واجب ہے.... اور اگر اتباع نہیں کرے گا تو یقینا فاسق کہلائے گا۔

اب محرمات شرعیہ کی تفصیل کی جانب آتے ہیں۔

محرمات شرعیہ

محرمات شرعیہ دو قسم کے ہیں:

(۱) وہ محرمات جن کی حرمت پر تمام مجتہدین کا اتفاق ہو۔یعنی قرآن و سُنت اور اجماع سے ثابت شدہ محرمات جیسے شراب نوشی، جوا، زنا و بدکاری، سود وغیرہ۔

ایسے حرام فعل کا مرتکب یقینا سب کے نزدیک فاسق کہلائے گا اور اُس کو ایسے حرام فعل پر نہی کرنا یقینا واجب۔

(۲) مختلف فیہ محرمات، وہ محرمات جن کی حرمت پر ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو یعنی ایک مجتہد کسی عمل کے حرام ہونے کا قائل ہو اور دوسرے کے اجتہاد کے مطابق وہ حرام نہ ہو... اسی طرح ایک کے نزدیک کوئی فعل فرض کا درجہ رکھتا ہو جبکہ دوسرا مجتہد اُس عمل کے ترک کو جائز قرار دے جیسے احناف کے نزدیک بلا نیت وضو جائز و درست اور دیگر ائمہ کے نزدیک وضو بلا نیت ہوگا ہی نہیں.... ہمارے نزدیک وضو میں چوتھائی سر کا مسح فرض... امام شافعی کے نزدیک دو تین بال

کا.... جبکہ امام مالک کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض بنا اس کے وضو ہوگا ہی نہیں.... ہمارے نزدیک بلا اجازت ولی عاقلہ بالغہ کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک ہوتا ہی نہیں اور ایسے نکاح کے ذریعہ قربت حرام، لہذا ایسے تمام اجتہادی مسائل میں ہر شخص پر کسی ایک مجتہد کی اتباع لازم ہے.... جیسا کہ ہم سابق میں تفصیل سے بیان کر چکے کہ امام معین کی تقلید واجب اور اپنے مذہب کی مخالفت ناجائز و حرام.... لہذا ایسی صورت میں ہر شخص اپنے اپنے امام کی اتباع کرے گا.... اور جو عمل اُس کے مذہب میں ناجائز و حرام ہوگا اُس کے حق میں وہی منکر شرعی ہوگا.... اور کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مذہب کے حرام کے سبب دوسرے کسی امام کے مقلد کی تفسیق کرے..... اب اسی طرح کے محرمات کے متعلق ائمہ نے فرمایا کہ کسی قاضی و محتسب کے لئے جائز نہیں کے وہ مختلف فیہ حرام اُمور میں دوسرے پر انکار وارد کرے.... کیونکہ ایسے مسائل میں ہر شخص اپنے اپنے امام کا تابع ہے۔

شامی صاحب نے ایسی ہی صورت حال سے متعلق ائمہ دین کی کچھ عبارات نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مختلف فیہ مسائل میں انکار وارد ہی نہیں ہوسکتا۔

اللہ کی پناہ ایسی جہالت سے

ذیل میں ہم اُن عبارات پر تبصرہ کریں گے جن کو بنیاد بنا کر شامی صاحب نے مختلف فیہ محرمات میں کھلی چھٹی دے دی کہ..... ہر شخص اپنے مذہب کے فعل حرام کا ارتکاب کرسکتا ہے اگرچہ اُس کا عمل کسی کے بھی قول ضعیف ہی سے تائید پا جائے۔

شامی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 51 پر امام نووی کی ایک طویل عبارت نقل کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ مختلف فیہ حرام اُمور میں کسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے پر انکار کرے کیوں کہ یہ منکر ہی نہیں۔

جبکہ امام نووی شافعی کا مؤقف ہرگز یہ نہیں.... امام نووی کے کلام سے بالکل واضح ہے کہ.... اگر کسی فعل کی حرمت متفق علیہ ہو تو ایسے فعل کے مرتکب کو نہی کی جائے گی لیکن وہ مسائل جو اجتہادی ہیں یعنی جن کی حرمت مجتہدین کے درمیان مختلف فیہ ہے اُس میں عوام و علماء کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے مذہب کے مخالف پر نہی وارد کریں..... کیونکہ ہر ایک کسی نہ کسی مجتہد کا مقلد ہے اور مقلد پر اپنے امام کی اتباع واجب ہے۔

قارئین کرام!.... امام نووی کے حوالہ سے ابتدا میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ اُن کے نزدیک ایسے اجتہادی مسائل میں کسی ایک امام کی تقلید واجب ہے..... اگر کوئی تقلید نہیں

کرتا تو گناہ گار ہے.... اب شامی صاحب کی نقل کردہ عبارت پر غور کریں تو واضح ہو جائے گا کہ.... امام نووی اسی بات کو بیان کررہے ہیں کہ.... ایک امام کا مقلد کسی دوسرے امام کے مقلد کی تفسیق نہیں کرے گا..... اور نہ ہی کسی عالم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اجتہادی مسائل میں کسی دوسرے امام کے مقلد پر نہی وارد کرے۔

سیاق کلامِ امام نووی اور شامی صاحب کا فریب:

قارئین کرام!....

امام نووی علیہ الرحمہ کا تمام کلام ایک حدیث مبارکہ کی تفصیل کے تحت ہے اور وہ حدیث یہ ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه۔

جو تم میں سے کوئی منکر (خلاف شرع کام) دیکھے تو اُسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل میں اُسے برا جانے۔

اس حدیث کے تحت امام نووی شافعی کا یہ کلام ہے جسے شامی

صاحب نے نقل کیا ہے اور سیاق کلام یہ ہے کہ منکراتِ شرعیہ سے لوگوں کو روکا جائے اور اس کی تفصیل کے تحت امام نووی فرماتے ہیں۔

العلماء إنما ينكرون ما أجمع على إنكاره، أما المختلف فيه فلا إنكار فيه؛ لأن كل مجتهد مصيب، أو المصيب واحد ولا نعلمه، ولا إثم على المخطی۔

علمائے دین اُن منکرات سے منع کریں گے جو سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں باقی وہ منکرات جو (مجتہدین کے نزدیک) اختلافی ہیں اُن پر انکار نہیں کیا جائے گا کیوں کہ ہر مجتہد مُصیب ہے یا پھر مُصیب تو ایک ہی ہے پر ہم اسے نہیں جانتے لیکن خاطی پر کوئی گناہ بھی نہیں۔

قارئین کرام !..... مختلف فیہ حرام اُمور میں ہر مقلد اپنے امام کے تابع ہے اور چونکہ تقلید امام معین واجب ہے اس لئے ہر مقلد پر واجب ہے کہ اپنے امام کی اتباع کرے اگر کوئی مقلد اپنے مذہب کے منکر کا ارتکاب کرتا ہے تو یقینا گناہ گار ہے، لیکن ایک امام کے مقلد کو یہ روا نہیں کے وہ کسی دوسرے امام کے مقلد پر اپنے مذہب کے منکر کے سبب نہی وارد کرے۔

اور یہی مُراد امام نووی کی ہے جسے اسی کلام کے ضمن میں امام نووی نے بیان کیا ہے، جبکہ شامی صاحب مکمل عبارت میں سے وہ حصہ ہی حذف کر گئے اور انتہائی ہشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے (الی قولہ) لکھ کر امام نووی کا اصل مقصد ہی غائب کر گئے۔ جس عبارت کو شامی صاحب نے حذف کیا اُسی میں علامہ نووی اس کی وضاحت کررہے ہیں کہ اگر سلطان وقت کسی شخص کو ولایتِ حسبہ (یعنی منکرات کو روکنے کا منصب) دے تو ایسے شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ جو چیز اس کے مذہب میں ناجائز ہے اُس پر لوگوں کو مجبور کرتے ہوئے منع کرتا پھرے بلکہ ایسے مسائل میں ہر شخص اپنے اپنے امام کی تقلید کرے گا۔ لہذا یہ ایسا منکر نہیں کہ وہ اسے بدلنے کی کوشش کرے۔

فرماتے ہیں:

وذكر الماوردي خلافا في أن من قلده السلطان الحسبة، هل له حمل الناس على مذهبه فيما اختلف العلماء فيه إذا كان المحتسب مجتهدا أم ليس له تغيير ما كان على مذهب غيره؟ والأصح أنه

لیس له تغییره لما ذکرناه، ولم یزل الخلاف بین الصحابة والتابعین فی الفروع، ولا ینکر أحد علی غیره مجتهدا فیه، وإنما ینکرون ما خالف نصا، أو إجماعا، أو قیاسا جلیا۔

امام ماوردی نے اس میں خلاف ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو سلطانِ وقت منصب حسبہ (منکرات سے روکنے کی ولایت) دے تو کیا اُس کے لئے جائز کہ وہ لوگوں کو اپنے مذہب کا پابند کرے۔؟ اُن اُمور میں جو علمائے دین کے درمیان مختلف فیہ ہیں جبکہ وہ محتسب مجتہد ہی کیوں نہ ہو.. یا.. پھر ایسے منکر کو بدلنا اُس کے لئے جائز نہیں جو کسی اور کے مذہب میں منکر نہ ہو..؟ تو اصح یہی ہے کہ ایسے منکر کو بدلنا اس کے لئے جائز نہیں۔اور ہمیشہ سے صحابہ اور تابعین میں فروع میں خلاف رہا ہے اور کسی ایک نے بھی مجتہد فیہ مسائل میں کسی پر انکار نہیں کیا بلکہ اسی منکر کا انکار کیا ہے جو نص صریح، اجماع، یا قیاسِ جلی کے مخالف ہو۔

(روضہ الطالبین، الجزء العاشر، صفحہ 219-تا-220، المکتب الاسلامی)

قارئین کرام !.... غور فرمائیں یہاں بحث منکر سے روکنے اور بدلنے کی ہو رہی ہے جس کے تحت امام نووی نے فرمایا مختلف فیہ محرمات میں کوئی کسی دوسرے کو منع نہیں کرے گا مطلب یہ کہ ہر ایک اپنے اپنے امام کی اتباع کرے گا۔ کوئی حنفی کسی شافعی کے فعل کو منکر نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی کوئی شافعی کسی حنفی کو منع کر سکتا ہے، اور ایسی صورت میں حکم مسئلہ یہی ہے، مثال کے طور پر کوئی حاکم... یا... محتسب حنفی ہو اور وہ ہر دوسرے امام کے مقلد کو پکڑ کر اپنے مذہب کے فعل حرام سے منع کرتا پھرے اور جب پوچھا جائے تو جوابا کہے کہ یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حرام ہے لہذا کسی کو اس عمل کے کرنے کی اجازت نہیں... یا... کوئی شافعی حاکم و محتسب اپنے مذہب کو بنیاد بنا کر لوگوں پر نہی وارد کرتا پھرے اور اُن تمام حنفی خواتین کے نکاح کو فاسد قرار دے جنہوں نے بلا اجازتِ ولی نکاح کیا ہو۔ اور زوجین کے تعلق کو حرام و زنا قرار دے۔ تو یقینا یہ ایک فساد ہے، کیوں کہ یہ تمام مسائل اجتہادی ہیں اور ان میں ہر ایک مقلد اپنے امام کے حکم کا پابند ہے اور ہر ایک پر مذہب معین کی تقلید واجب ہے۔

اب شامی صاحب کی ڈھٹائی ملاحظہ کریں کہ امام نووی کے انتہائی واضح وجلی کلام سے اپنا فاسد مؤقف ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ہر مقلد کے لئے یہ جائز ہے کہ کسی بھی امام کے قول کو اختیار کرتے ہوئے اپنے مذہب کے فعل حرام کا مرتکب ہوجائے اور کسی کو اس عمل پر منع کا اختیار نہیں۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ

جبکہ امام اہل سُنت اور کثیر محققین اہل سُنت کے اقوال سے ہم نے ثابت کیا کہ کسی کے نزدیک بھی اپنے امام کی مخالفت جائز نہیں اور ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ کسی ایک فقہی مسلک کو چن لے اور پھر اُس مذہب کی ہر ہر تفصیل میں اپنے امام کی اتباع کرے۔

کیا قول امام کے مقابل مقلد کے اپنے اعتقاد کا اعتبار ہوگا؟

شامی صاحب نے ایک اور جاہلانہ استدلال یہ پیش کیا ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں کسی بھی مقلد کا اپنا اعتقاد دیکھا جائے گا اگر کوئی مقلد اپنے اعتقاد میں کسی عمل کو جائز سمجھتے ہوئے کررہا ہے اگرچہ اُس کے امام کے نزدیک وہ عمل ناجائز وحرام ہو..... لہذا ایسے عمل پر اُسے گناہ گار نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ اُس عمل کو حرام سمجھ کر نہیں کررہا۔ چناچہ اپنی کتاب کے صفحہ 54 پر تحفۃ المحتاج کی ایک عبارت سے نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"گناہ سے روکنا اُسی صورت میں فرض ہے جب وہ گناہ بالاجماع حرام ہو اور اگر وہ اختلافی ہو تو اُس سے روکنے کی فرضیت کے لئے یہ شرط ہے کہ اُس فعل کو خود وہ شخص گناہ سمجھتا ہو جو اُس فعل کا مرتکب ہورہا ہے لہذا جو شخص اختلافی حرام فعل کو جائز سمجھ کر کرے تو اُس کا روکنا جائز نہیں"

قارئین کرام!.... مقلد کے اپنے اعتقاد کا ہرگز کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ مقلد دلیل میں نظر کا اہل ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ

تمام احکامِ اجتہادیہ میں اپنے امام کے تابع ہوتا ہے اور اُس پر اپنے مذہب کی تقلید واجب ہوتی ہے، اگر ہر ایک اپنے اعتقاد میں کسی عمل کو جائز سمجھ کر کرنا شروع کر دے تو مذہب معین کی پابندی کا کیا فائدہ؟..... ائمہ دین کا ایک امام کی تقلید کو واجب قرار دینا اور امام کی مخالفت کو گناہ اور ناجائز قرار دینا چہ معنی دارد....؟

جیسا کہ شرح عین العلم کے حوالہ سے امام اہل سُنت بیان کر چکے:

والاظہر ان لہ الحسبۃ والانکار اذلم یذھب احد من المحصلین الی ان لہ ان یاخذ بمذھب غیرہ بل علی مقلد اتباع مقلدہ فی کل تفصیل فمخالفۃ المقلد متفق علی کونہ منکرا بین المحصلین وھو عاص بالمخالفۃ۔

اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کے لئے احتساب اور انکار ہے کیونکہ محصلین میں سے کوئی ادھر نہیں گیا کہ اس کے لئے کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے بلکہ مقلد پر ہر تفصیل میں اپنے امام کا اتباع فی المذہب ضروری ہے لہٰذا امام کی مخالفت کے گناہ ہونے پر محصلین کا اتفاق ہے اور مخالفت امام کا مرتکب گناہ گار ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد،23، صفحہ،640)

امام اہل سُنت اعلیٰ حضرت نے واضح کر دیا کہ مقلد کے اعتقاد کا کوئی اعتبار ہی نہیں بلکہ اپنے مذہب کی ہر ہر تفصیل میں مقلد پر اپنے امام کی اتباع لازم ہے، اگر وہ کسی اور کے قول کو جائز سمجھے ہوئے اختیار کرتا ہے تو گناہ گار ہوگا، اور ایسے شخص پر انکار بھی کیا جائے گا۔ کیونکہ تمام محققین کے نزدیک مخالفت مذہب جائز نہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وقد اعلمناك ان المقلد لا يترك قول امامه لقول غيره ان غيره اقوى دليلا فى نظرى فاين النظر من النظر۔

اور یہ ہم بتا چکے ہیں کہ مقلد اپنے امام کا قول کسی دوسرے کے قول کی وجہ سے ترک نہ کرے گا، اگر دوسرا قول میری نظر میں دلیل کے لحاظ سے زیادہ قوت رکھتا ہے تو میری نظر کو امام کی نظر سے کیا نسبت؟

(فتاوی رضویہ، جلد 1 الف، صفحہ 225)

لہذا ثابت ہوا کہ مقلد کی نظر کا کوئی اعتبار ہی نہیں اور ہو بھی کیوں کہ جب مقلد ٹھہرا تو تو دلیل کا اہل کیسے ہو سکتا ہے لہذا اندہب کی ہر ہر تفصیل میں اپنے امام کی اتباع لازم ہوئی۔

تحفة المحتاج کی عبارت کا صحیح معنی:

شامی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 56 پر امام ابن حجر مکی کی ایک عبارت نقل کرتے ہوئے اپنی باطل فکر کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں لیکن امام ابن حجر مکی کے کلام کا معنی و مفہوم بھی بالکل وہی ہے جو امام نووی شافعی کے کلام سے واضح ہوا۔

فرماتے ہیں:

(1) ویجب الإنكار على معتقد التحريم وإن اعتقد المنكر إباحته؛ لأنه يعتقد أنه حرام بالنسبة لفاعله باعتبار عقيدته فلا إشكال فى ذلك۔

فعل حرام کے معتقد پر نہی کرنا واجب ہوگا اگرچہ انکار کرنے والے کے نزدیک وہ عمل مباح ہو۔ کیوں کہ اُس عمل کے مرتکب کے نزدیک وہ کام حرام ہے تو اعتبار اسی کے اعتقاد (یعنی مذہب) کا ہوگا۔ اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔

(2) ولا لعالم أن ینکر مختلفا فیه حتی یعلم من الفاعل أنه حال ارتکابه معتقد لتحریمه کما هو ظاهر؛ لاحتمال أنه حینئذ قلد من یری حله أو جهل حرمته۔

یعنی کسی عالم کو بھی یہ جائز نہیں کہ وہ مختلف فیہ اُمور میں کسی کو نہی کرے جب تک یہ جان نہ لے کہ اُس عمل کا مرتکب اُسے ناجائز سمجھ کر کر رہا ہے، کیوں کہ ایسی صورت میں یہ احتمال ہے کہ وہ حلت کے قائل مجتہد کی تقلید میں یہ کام کر رہا ہو.. یا.. فعل کی حرمت سے ہی جاہل ہو۔

(3) أما من ارتکب ما یری إباحته بتقلید صحیح فلا یجوز الإنکار علیه۔

اور جو اُسے جائز جانتے ہوئے تقلیدِ صحیح کے سبب مرتکب ہوا تو ایسے پر بھی انکار نہیں کیا جائے گا۔

قارئین کرام !.... ثاقب اقبال شامی صاحب کا مؤقف اس عبارت سے قطعاً ثابت نہیں ہوسکتا۔

اس مقام پر بھی منکر کو روکنے سے متعلق کلام ہے، اور چونکہ ہم آپ کو سابق میں تفصیلاً بیان کر چکے کہ مختلف فیہ محرمات میں ہر ایک اپنے امام کے تابع ہے اور کسی امام کے مقلد کے لئے جائز نہیں کہ وہ مذہب مخالف کے مقلد کی تفسیق کرے

لہذا یہاں بھی اُسی صورتِ حال پر کلام ہے۔

مذکورہ کلام سے جو احکام ثابت ہوئے وہ یہ ہیں:

(1) اگر کوئی شخص کوئی ایسا عمل کرتا ہے جو اُس کے نزدیک یعنی اُس کے مذہب میں حرام ہے تو اُس عمل کے جواز کے قائل کے لئے ایسے شخص کو نہی عن المنکر کرنا واجب ہے۔ کیوں کہ وہ اپنے مذہب کی مخالفت کر رہا ہے۔

(2) اگر کوئی عالم کسی شخص کو کوئی مختلف فیہ حرام کرتے دیکھے تو اس وقت تک نہی نہیں کر سکتا جب تک اُس کا مذہب نہ جان لے کہ اس کے اعتقاد یعنی اس کے مذہب میں یہ عمل حرام ہے۔ اور اگر حرام بھی ہو تو کہیں کسی ضرورتِ شرعیہ کے سبب تو یہ عمل نہیں کر رہا۔

(3) اور اگر کوئی شخص اپنے امام کی تقلید میں کسی عمل کو جائز سمجھتے ہوئے کر رہا ہے تو بھی اُس پر نہی نہیں کی جائے گی۔

قارئین کرام !..... انصاف کرتے ہوئے فیصلہ کریں یہاں ایسی کونسی دلیل ہے جس سے شامی صاحب مخالفتِ امام کو جائز ثابت کر رہے ہیں... ؟ یہ تمام بحث تو ایک محتسب سے متعلق ہے کے وہ اجتہادی مسائل میں بلا تحقیق کسی

پر نہی وارد نہ کرے کیوں ہر شخص اپنے امام کے تابع ہے، ممکن ہے جسے نہی عن المنکر کیا جا رہا ہو وہ عمل اُس کے مذہب میں منکر ہی نہ ہو۔

جیسا کہ امام اہل سُنت کے حوالے سے ہم نے ''لاتفسیق بالاجتہادیات'' کی بحث میں بیان کیا، کہ شافعی امام ترکِ وتر کے سبب فاسق نہیں ہوگا اور اس سبب سے اُس کے پیچھے نماز کو ناجائز نہیں کہا جائے گا کیونکہ واجب کا ترک اگرچہ احناف کے لئے منکر ہے لیکن شوافع کے نزدیک وتر واجب ہی نہیں۔

امام ابن حجر مکی کا مؤقف:

قارئین کرام!.... جبکہ امام ابن حجر کا موقف اس مسئلے میں وہی ہے جو سیدی اعلیٰ حضرت اور دیگر محققین حضرات کا ہے کہ مقلد کو اپنے امام کے قول سے انحراف جائز نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

وقد نقلوا الاجماع علی ذالك ففی الفتاوی الکبری للمحقق ابن حجر المکی قال فی زوائد الروضة انه لا یجوز للمفتی و العامل ان یفتی او یعمل بما شاء من القولین او الوجهین من غیر نظر، و هذا لا خلاف

فیہ، وسبقہ الی حکایۃ الاجماع فیہما ابن الصلاح والباجی من المالکیۃ فی المفتی۔

یعنی علماء نے اس بارے میں اجماع نقل کیا ہے،

علامہ ابن حجر مکی فتاوی کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ زوائد الروضہ میں ہے کہ مفتی اور عامل کے لئے یہ جائز نہیں کے بغیر (ترجیح) میں نظر کئے دو قولوں میں سے کسی بھی قول... یا... دو وجہوں میں سے کسی بھی وجہ پر فتوی دے یا عمل کرے اور اس میں کوئی خلاف نہیں اور صاحب روضہ سے پہلے ان دونوں مسئلوں میں علامہ ابن الصلاح نے اجماع نقل کیا ہے اور مالکیہ میں سے علامہ باجی نے مفتی کے لئے اجماع نقل کیا ہے۔

(شرح عقود رسم المفتی مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ مع اسعاد المُفتی، صفحہ 249-تا-251)

ثاقب شامی صاحب نے کتاب کے صفحہ 61 پر فقہ حنبلی کے محقق ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ کا کلام نقل کیا جس کا خلاصہ بھی وہی ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں کسی پر انکار وارد نہیں کیا جائے گا اور وجہ بالکل ظاہر ہے کہ ہر شخص ایسے مسائل میں اپنے امام کے تابع ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں:

"فاما المختلف فیہ، فمن اصحابنا من قال لا یجب انکارہ علی من فعلہ مجتہدا فیہ، او مقلدا لمجتہدا تقلیدا سائغا"

پس رہا مختلف فیہ حرام تو ہمارے اصحاب میں سے
کچھ لوگوں نے کہا کہ مختلف فیہ حرام کو اس شخص سے روکنا
واجب نہیں جو اُسے اجتہاد کرتے ہوئے کرے یا کسی مجتہد کی
شرعی تقلید کرتے ہوئے۔ (ترجمہ ثاقب شامی)

قارئین کرام!.... یہاں بھی معنی و مفہوم بالکل واضح
ہے کہ مختلف فیہ محرمات میں ہر مقلد اپنے مذہب کا پابند ہے اور
کوئی مقلد کسی دوسرے امام کے مقلد پر نہی وارد نہیں کرسکتا،
حیرت ہے مجھے شامی صاحب کی فکر پر کہ ان جناب کو سوجھی ہی
کیا جو ایسے نامعقول استدلال کر بیٹھے۔

اللہ عقل سلیم عطا فرمائے.... آمین

اسی طرح شامی صاحب نے صفحہ 59 پر فقہ مالکی کے
فقیہ علامہ ابو القاسم بن احمد برزلی مالکی کا کلام نقل کیا ہے، اس کا
بھی بعینہ یہی جواب ہے جو ہم امام نووی سے اب تک کی
عبارات کا دیتے آئے ہیں.... لہذا اس سے شامی صاحب کا
مقصود ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اُلٹا یہ ثابت ہوا کہ مختلف فیہ
مسائل میں ہر شخص اپنے اپنے امام کی اتباع کرے گا۔

”حرمتِ مزامیر سے متعلق امام اہل سنت اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں کا مؤقف“

ثاقب شامی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 46 تا 48 پر شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی اور مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خاں علیہما الرحمۃ کے مسئلہ مزامیر سے متعلق جوابات سے اپنی مذموم فکر کو ثابت کرنے کی کوشش کی، اور یہ تاثر دیا ہے کہ امام اہل سُنت، مصطفی رضا خاں اور علامہ شریف الحق امجدی علیھم الرحمہ کے نزدیک سماع مع مزامیر حرام ہے.... لیکن اس کے باوجود ان حضرات نے مجوزین علماء کی تفسیق اس لئے نہیں کی کہ حرمتِ مزامیر مختلف فیہ محرمات سے ہے.... اور نتیجۃ اس تمام بحث سے شامی صاحب اپنی اُسی باطل فکر کا جواز ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مقلد اپنے مذہب کے فعل حرام کا ارتکاب کسی بھی امام کے قول کو اختیار کرتے ہوئے کرے تو یہ عمل اُس کے لئے جائز ہے اور اسے منع نہیں کیا جائے گا کیوں کہ جب مسئلہ مختلف فیہ اور اجتہادی ٹھہرا تو کسی کو اُسے نہی عن المنکر کرنے کا حق نہیں پہنچتا .... لہذا ہم نے مناسب جانا کہ عوام اہل سُنت کے ذہنوں میں پیدا کئے جانے والے اس وہم کا ازالہ بھی کر دیں اور وہ اصل علت بیان کریں جس کے سبب ان حضرات نے حکم میں نرمی کا

پہلو قائم رکھا اور کیوں مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ نے حکم تفسیق سے اجتناب کیا..؟

قارئین کرام!... آسان الفاظ میں یہ جان لیں!

حرام کی دو قسمیں ہے (1) حرام لعینہ (2) حرام لغیرہ۔

(1) حرام لعینہ سے مُراد وہ حرام ہے جس کی حرمت اُس شے کی نفس ذات کے سبب ہو یعنی وہ عمل اپنی ذات ہی کے اعتبار سے قبیح (یعنی بُرا) ہو۔ جیسے چوری، زنا، شراب نوشی وغیرہ۔ یہ ایسے محرمات ہیں جن میں قباحت ان کی ذات کے سبب ہے۔

(2) حرام لغیرہ سے مراد وہ حرام ہے جس کی حرمت اُس شے کی نفس ذات کے سبب نہ ہو یعنی وہ عمل اپنی ذات ہی کے اعتبار سے قبیح (بُرا) نہ ہو بلکہ کسی خارجی عارضہ کے سبب اُسے حرام قرار دیا گیا ہو یعنی فی نفسہ وہ شے جائز ہو۔

لہذا کسی فعل کا حرام لغیرہ ہونا اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ اُس فعل سے نہی کا سبب حقیقتا وہ غیر ہے جس کے باعث اُس میں قباحت پیدا ہوئی۔

جیسا کہ شریعت میں عید کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اب بظاہر روزہ رکھنے سے منع کیا جارہا ہے لیکن فی نفسہ روزہ رکھنے میں تو کوئی قباحت نہیں کیوں روزہ تو اور ایام

میں بھی رکھا جاتا ہے بلکہ فی نفسہ روزہ ایک عبادت ہے، لہذا اصل وجہ ممانعت کی روزہ نہیں بلکہ عید کے دن روزہ رکھنا ہے کیوں کہ عید کا دن مسلمانوں کے لئے اللہ کی جانب سے دعوت کا دن ہوتا ہے اور اس دن روزہ رکھنا اللہ کی دعوت سے اعراض کرنا ہے لہذا قباحت اللہ کی دعوت سے اعراض کے سبب ہے نہ کہ فی نفسہ روزہ ممنوع وحرام ٹھہرا۔

اب ان شاء اللہ تفصیل سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

امامِ اہل سُنت سیدی اعلیٰ حضرت کے نزدیک مزامیر بالاتفاق حرام ہیں لیکن یہ حرمت لعینہ نہیں بلکہ لغیرہ ہے۔

آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

''مزامیر یعنی آلات لہو ولعب بروجہ لہو ولعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء وعلماء دونوں فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح''

امامِ اہل سُنت حرمت مزامیر کی علت لہو ولعب کو قرار دے رہے ہیں یعنی ان کا حرام ہونا اپنی ذات کے سبب نہیں بلکہ تعلق غیر کے سبب ہے۔

پھر ردالمحتار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن ذلك (ای من الملاھی) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبيه فلاباس به كما اذا ضرب فی

ثلثة اوقات لتذ کیر ثلث نفخات الصور۔
اسی سے یعنی آلات لہو میں سے فخریہ طور پر نوبت بجانا بھی ہے، لیکن اگر ہوشیار کرنے کے لیے بجائی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ تین اوقات میں یا تین دفعہ نوبت بجائی جائے تا کہ صور اسرافیل کے تین دفعہ پھونکنے کی یاد تازہ ہو۔
مزید فرماتے ہیں:

هذا یفید ان اٰلة اللهو لیست محرمة لعینها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الا تری ان ضرب تلك الالة بعینها حل تارة وحرم اخری باختلاف النیة بسماعها والامور بمقاصدها وفیه دلیل لساداتنا الصوفیة الذین یقصدون بسماعها اموراً هم اعلم بها فلا یبادر المعترض بالانکار کی لا یحرم برکتهم فانهم السادة الاخیار امدنا الله تعالی بامداداتهم واعاد علینا من صالح دعواتهم وبرکاتهم۔

یہ بات فائدہ دیتی ہے کہ آلہ لہو بعینہ (بالذات) حرام نہیں بلکہ ارادہ وعمل لہو کی وجہ سے حرام ہے خواہ یہ سامع کی طرف سے ہو یا اس سے مشغول ہونے والے کی طرف سے ہو، "اضافت" سے یہی معلوم ہوتا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ کبھی

اس آلہ لہو کو بعینہ بجانا اور استعمال کرنا حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام، اور اس کی وجہ اختلاف نیت ہے، پس کاموں کے جائز اور ناجائز ہونے کا دارومدار ان کے مقاصد پر مبنی ہوتا ہے، اس میں ہمارے سادات صوفیہ کی دلیل موجود ہے کہ وہ سماع سے ایسے رموز کا ارادہ رکھتے ہیں کہ جن کو وہ خود بھی اچھی طرح جانتے ہیں لہذا اعتراض کرنے والا انکار کرنے میں جلدی نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی برکت سے محروم ہو جائے، کیونکہ وہ پسندیدہ سادات ہیں پس ان کی امداد سے اللہ تعالی ہماری مدد فرمائے، اور ان کی نیک دعاؤں اور برکات کا ہم پر اعادہ فرمائے یعنی انھیں ہم پر لوٹا دے۔

قارئین کرام!.... امام اہل سُنت کے نزدیک مزامیر کی حرمت لغیرہ ہے مطلب یہ کہ اگر سماع میں مزامیر کا استعمال بروجہ لہو ولعب نہ ہو تو اجازت ہوگی لیکن کیا یہ اجازت ہر ایک کو حاصل ہوگی....؟ نہیں ہرگز نہیں امام فرماتے ہیں:

مگر اللہ اللہ یہ عباد اللہ (یعنی ایسے صوفیا جن کا ذکر ہوا) کبریت احمر و کوہ یاقوت ہیں اور نادر احکام شرعیہ کی بنا نہیں تو ان کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہوسکتا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

رجماً بالغیب کسی کو ایسا ٹھہرالینا صحیح، ہاں یہ احتمال

صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اسکا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کیجئے۔

(فتاوی رضویہ، جلد، 24، صفحہ، 78۔تا۔82)

شامی صاحب!..... امام اہل سُنت خود بیان فرما رہے ہیں اگر کسی ذات میں مذکورہ احتمالات ہوں گے تو حسن ظن رکھتے ہوئے بے ضرورت شرعی ذاتِ فاعل سے بحث نہیں کی جائے گی۔بس اسی جانب مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں کا کلام دلالت کرتا ہے کہ مجوزین کی تفسیق نہیں کی جائے گی کیوں کہ اگر چہ ہمارے نزدیک یہ عمل ناجائز و گناہ ہے لیکن جب مجوزین کا قصد لہو ولعب نہیں تو ان کے حق میں انتفائے علت کے احتمال کا ظن رکھتے ہوئے حکم تفسیق سے اجتناب کیا جائے گا، اسی سے اس بات کا جواب بھی مل گیا کہ امام اہل سنت علمائے کچھوچھہ شریف کی کیوں تعظیم کرتے تھے وجہ وہی کہ آپ کے نزدیک اُن کا عمل بقصد لہو ولعب ثابت نہیں تھا۔

خدارا شامی صاحب !..... کچھ عقل وفہم سے کام

لیں، کہاں ان حضرات عالیہ کا کسی عالم وصوفی کے حق میں انتفائے علت کے سبب حکم تفسیق سے اجتناب.... اور کہاں آپ کی فکر باطل کہ ہر ایک مقلد کو یہ اجازت دے بیٹھے ہیں کہ اُس کے حق میں کسی بھی مرجوح وضعیف قول کو اختیار کرتے ہوئے اپنے مذہب کے فعل حرام کا ارتکاب جائز اور امام مذہب کے قول کا ترک روا۔

لاحول والاقوۃ الاباللہ

شامی صاحب کا جنونی خیال:

قارئین کرام!..... جیسا کہ آپ نے جانا ... شامی صاحب مختلف فیہ مسائل میں اجازت دے بیٹھے ہیں کہ ایک مقلد اپنے امام کی مخالفت کرسکتا ہے اور اجتہادی مسائل میں اختلاف رحمت ہے لہذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو جب چاہے ائمہ اربعہ میں سے کسی کے بھی قول کو اختیار کرسکتا ہے بس اپنے اعتقاد میں اسے جائز جانتا ہو چاہے قول ضعیف ہی کیوں نہ ہو، سو جانیے کہ امام اہل سنت ایسے خیال کے حامل شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں:

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

یہ اُس مدہوش کا جنونی خیال ہے جسے دربارِ شاہی تک چار سیدھے راستے معلوم ہوئے رعایا کو دیکھا کہ ان کا ہر گروہ ایک راہ پر ہولیا اور اسی پر چلا جاتا ہے مگر ان حضرات نے اسے بیجا حرکت سمجھا کہ جب چاروں راستے یکساں ہیں تو وجہ کیا کہ ایک ہی کو اختیار کر لیجئے، پکارتا رہا کہ صاحبو ہر شخص چاروں راہ پر چلے مگر کسی نے نہ سنی، ناچار آپ ہی تاناتننا شروع کیا، کوس بھر شرقی راستہ چلا پھر اسے چھوڑا، جنوبی کو دوڑا، پھر اس سے بھی منہ موڑا، غربی کو پکڑا پھر اس سے بھاگ کر شمالی پر ہولیا اُدھر سے پلٹ کر پھر شرقی پر آرہا تیلی کے سے بیل کو گھر ہی کوس پچاس۔ عقلاء سے پوچھ دیکھو ایسے کو مجنوں کہیں گے یا صحیح الحواس، یہ مثال میری ایجاد نہیں بلکہ علمائے کرام و اولیائے عظام کا ارشاد ہے اور ان سے امام علام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں نقل فرمائی۔

(فتاوی رضویہ، جلد 27، 596)

مدہوش شامی صاحب!..... اس جنون و مدہوشی سے باہر نکلیں اور امام واحد کا اتباع کریں، اسی میں نجات و عافیت ہے، اکابر ائمہ نے اسی کا التزام کیا اور خروج عن المذہب کو

جہالت و شناعت قرار دیا جب امام طحاوی و سرخسی، غزالی و سیوطی جیسے علم کے پہاڑ امام معین کے مقلد رہے تو آپ کی کیا اوقات؟.... امام اہل سنت اعلیٰ حضرت ہی کو دیکھ لیجئے علوم کثیرہ میں مہارت تامہ رکھنے کے باوجود کبھی قول امام کے خلاف نہ فتوی دیا اور نہ ہی خلاف مذہب عمل کو جائز جانا، پوری فتاوی رضویہ سے کوئی ایک مثال لا کر دکھا دیں جہاں اعلیٰ حضرت نے بلا ضرورت شرعیہ مذہب امام ابو حنیفہ کے خلاف فتوی دیا ہو؟.... نہیں لا سکتے اور ہرگز نہیں لا سکتے۔ جب امام اہل سنت اپنے تمام تر علمی مقام کے باوجود کبھی خلاف امام کے مرتکب نہ ہوئے تو آپ کی کیا حیثیت؟.... آپ کی علمی حیثیت کا تو یہ عالم ہے سیدھی سیدھی عبارات فقہاء کے معانی تک سمجھنے کے اہل نہیں اور چلے ہیں جناب امام مذہب کی مخالفت کرنے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ

قارئین کرام!.... شامی صاحب تو کسی کے بھی قول مرجوح وضعیف کو بنیاد بنا کر مخالفت امام کو جائز ٹھہرا رہیں جبکہ امام اہل سنت حدیث صحیح کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر قول امام کے مقابل آجائے تب بھی سوائے مجتہد فی المذہب کے عامی و عالم مقلد کو روا نہیں کے قول امام کی

مخالفت کرے۔

ا　　　مام اہل سنت اپنے شہرہ آفاق رسالے
''الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی''
میں قول امام کے مقابل حدیث صحیح کے مطابق حکم کرنے والے کے لئے شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ حکم کرنے والا احکام رجال ومتون وطرق احتجاج ووجوہ استنباط اور ان کے متعلقات اصولِ مذہب پر احاطہ تامہ رکھتا ہو۔ یہاں اُسے چار منزلیں سخت دشوار گزار پیش آئیں گی۔جن میں ہر ایک دوسری سے سخت تر ہے۔

اور پھر اُن چار منزلوں کو بیان فرماتے ہیں:

منزل اوّل

نقد رجال کہ اُن کے مراتب ثقہ وصدق وحفظ وضبط اور اُن کے بارے میں ائمہ شان کے اقوال ووجوہ طعن ومراتب توثیق، ومواضع تقدیم جرح وتعدیل وحوامل طعن ومناشی توثیق ومواضع تحامل وتساہل وتحقیق پر مطلع ہو، استخراج مرتبہ اتقان راوی بنقد روایات وضبط مخالفات واوہام وخطیات وغیرہا پر قادر ہو، اُن کے اسامی والقاب وکنی وانساب ووجوہِ مختلفہ تعبیر رواۃ

خصوصاً اصحاب تدلیس شیوخ و تعیین مبہمات و متفق و متفرق و مختلف مؤتلف سے ماہر ہو۔ ان کے موالید و وفیات و بلدان و رحلات و لقاء و سماعات و اساتذہ و تلامذہ و طرق تحمل و وجوہ ادا و تدلیس و تسویہ و تغیر و اختلاط آخذین من قبل و آخذین من بعد و سامعین حالین وغیرہا تمام امور ضروریہ کا حال اس پر ظاہر ہو۔ اُن سب کے بعد صرف سند حدیث کی نسبت اتنا کہہ سکتا ہے صحیح یا حسن یا صالح یا ساقط یا باطل یا معضل یا مقطوع یا مرسل یا متصل ہے۔

منزل دوم

صحاح و سُنن و مسانید و جوامع و معاجیم و اجزاء وغیرہا کتب حدیث میں اس کے طرقِ مختلفہ و الفاظ متنوعہ پر نظرِ تام کرے کہ حدیث کہ تواتر یا شہرت یا فردیت نسبیہ یا غرابت مطلقہ یا شذو یا نکارت و اختلافاتِ رفع و وقف و قطع و وصل و مزید فی متصل الاسانید و اضطراباتِ سند و متن وغیرہا پر اطلاع پائے نیز اس جمع طرق و احاطہ الفاظ سے رفع ابہام و دفعِ اوہام و ایضاح خفی و اظہار مشکل و ابانت مجمل و تعیین محتمل ہاتھ آئے۔

ولہذا امام ابوحاتم رازی فرماتے ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی معرفت نہ پاتے۔اس کے بعد اتنا حکم کرسکتا ہے کہ حدیث شاذ یا منکر، معروف یا محفوظ، مرفوع یا موقوف، فرد یا مشہور کس مرتبہ کی ہے۔

منزل سوم

اب علل خفیہ وغوامض دقیقہ پر نظر کرے جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں۔اگر بعد احاطہ وجوہ اعلال تمام علل سے منزہ پائے تو یہ تین منزلیں طے کر کے طرف صحت حدیث بمعنی مصطلح اثر پر حکم لگا سکتا ہے۔تمام حفاظِ حدیث واجلہ نقادنا واصلان ذروہ شامخہ اجتہاد کی رسائی صرف اس منزل تک ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 27، صفحہ 71)

منزل چہارم

اور تُو نے کیا جانا کیا ہے منزل چہارم سخت ترین منازل دشوار ترین مراحل، جس کے سائر نہیں مگر اقل قلائل، اس کی قدر کون جانے اس کے لیے واجب ہے کہ جمیع لغاتِ عرب وفنونِ ادب ووجوہِ تخاطب وطرق تفاہم واقسامِ نظم وصنوف معنٰے وادراک علل وتنقیح مناط واستخراجِ جامع وعرفانِ مانع وموارد تعدیہ ومواضع

قصر و دلائل حکم آیات و احادیث، و اقاویل صحابہ و ائمہ فقہ قدیم و حدیث و مواقع تعارض، و اسبابِ ترجیح، و مناہج توفیق و مدارج دلیل و معارک تاویل مسالک تخصیص ، مناسک تقیید، و مشارع قیود، و شوارع مقصود وغیرہ ذلک پر اطلاع تام و وقوفِ عام و نظر غائر و ذہن رفیع، و بصیرتِ ناقدہ و بصر منیع رکھتا ہو۔

(فتاوی رضویہ، جلد 27، صفحہ 75)

پھر فرماتے ہیں:

اور شک نہیں کہ جو شخص اِن چاروں منازل کو طے کر جائے وہ مجتہد فی المذہب ہے، جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما بلا شبہ ایسے ائمہ کو اُس حکم و دعوے کا منصب حاصل ہے اور وہ اس کے باعث اتباع امام سے خارج نہ ہوئے کہ اگرچہ صورۃً اس جزئیہ میں خلاف کیا مگر معنیً اذن کلی امام پر عمل فرمایا۔

(فتاوی رضویہ، جلد 27، صفحہ 76)

آگے ارشاد فرماتے ہیں:

بالجملہ نابالغان رتبہ اجتہاد نہ اصلاً اس کے اہل، نہ ہرگز یہاں

مراد، نہ کہ آج کل کے مدعیان خامکار جاہلان بے وقار کہ من وتو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں۔ اور اساطین دین الٰہی کے اجتہاد پر کھیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد 27، صفحہ 78)

مزید فرماتے ہیں:

اکابر اراکین مذہب اعاظم اجلّہ رفیع الرتب مثل امام کبیر خصاف وامام اجل ابوجعفر طحاوی وامام ابوالحسن کرخی وامام شمس الائمہ حلوانی وامام شمس الائمہ سرخسی وامام فخر الاسلام بزدوی وامام فقیہ النفس قاضیخاں دامام ابوبکر رازی وامام ابوالحسن قدوری وامام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ وغیرہم اعاظم کرام ادخلھم اللہ تعالیٰ فی دار السلام۔ کی نسبت علامہ ابن کمال باشا رحمۃ اللہ تعالیٰ سے تصریح نقل کی:

انھم لا یقدرون علی شیئ من المخالفة لا فی الاصول ولا فی الفروع

وہ اصلاً مخالفت امام پر قدرت نہیں رکھتے، نہ اصول میں نہ فروع میں۔

(فتاوی رضویہ، جلد 27، صفحہ 78)

اللہ اکبر اللہ اکبر!.... شامی صاحب! امام طحاوی و کرخی، امام حلوانی و سرخسی، امام بزدوی و قاضی خاں، امام رازی و قدوری اور صاحب ہدایہ جیسی جلیل القدر ہستیاں قول امام کی مخالفت کی قدرت ہی نہیں رکھتے۔ تو آپ جیسے طفل مکتب کی کیا اوقات...؟

اس کے بعد آپ جیسے کے متعلق امام فرماتے ہیں:

للہ انصاف!.... اللہ عزوجل کے حضور جانا اور اسے منہ دکھانا ہے ایک ذرا دیر منہ زوری، ہماہمی ڈھٹائی، ہٹ دھرمی کی نہیں سہی، آدمی اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور ان اکابر ائمہ عظام کے حضور اپنی لیاقت قابلیت کو دیکھے بھالے تو کہیں تحت الثریٰ تک بھی پتا چلتا ہے۔ ایمان نہ نکلے تو ان کے ادنٰی شاگردانِ شاگرد کی شاگردی و کفش برادری کی لیاقت نہ نکلے۔ خدارا جوشکارانِ شیرانِ شرزہ کی جست سے باہر ہو لومڑیاں، گیڈر اس پر ہُمکنا چاہیں ہاں اس کا ذکر نہیں جسے ابلیس مَریدا اپنا مرید بنائے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 27، صفحہ 79)

شامی صاحب!.... اپنے گریبان میں منہ ڈالیں، اپنی اوقات جانیں اور اپنے مردود مؤقف سے رجوع کی ٹھانیں، جناب والا امام اہل سنت کے نزدیک آپ خود ابلیس

لعین کے مرید ٹھہرے.... تو پھر تلبیس ابلیس کا شکار کون ٹھہرا؟..... یقیناً شامی صاحب آپ ہی۔

قارئین کرام!... امام اہل سنت قول امام کے مقابل حدیث صحیح پر عمل کے لئے اتنی شدید و دشوار منزلیں بیان فرما رہے ہیں..... اور قول امام کے مقابل مقلد کے عمل بالحدیث کو ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی قرار دے رہے ہیں بلکہ مرید ابلیس ثابت کر رہے ہیں.... تو کیا خیال ہے شامی صاحب جیسے لوگوں کے متعلق جو حدیث صحیح تو دور کی بات ایک قول مرجوح و ضعیف کے سبب قول امام سے ثابت شدہ فعل حرام کے ارتکاب کی کھلی اجازت دے رہے ہیں...؟

یقیناً شامی صاحب اپنی باطل فکر کے باعث تلبیس ابلیس لعین کا شکار ٹھہرے.... لہٰذا ان پر لازم ہے کے اپنے فاسد و مردود مؤقف سے رجوع کریں اور عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے سے باز آئیں۔

داڑھی چھوٹی کرنا ایک منکرشرعی

امام اہل سنت اور جمیع علمائے احناف کے نزدیک خشخشی (چھوٹی) داڑھی رکھنا حرام ہے اور یہ حرمت لعینہ ہے نہ کہ......لغیرہ یعنی داڑھی چھوٹی کرنا ایسا حرام ہے جس میں قباحت (برائی) فی نفسہ ہے نہ کے کسی خارجی عارضہ کے سبب .... لہذا اس عمل قبیح کا مرتکب بہرصورت فاسق و گناہ گار ہوگا.... لہذا اسے حرمتِ مزامیر پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے.... وہاں حرمت بقصدلہو ولعب تھی جبکہ یہاں منھی عنہ اپنی حد ذات ہی میں قبیح و برا ہے۔ ثاقب اقبال شامی حنفی مقلد ہیں اور جیسا کہ ہم نے تفصیلی دلائل سے ثابت کیا کہ ایک مقلد پر اپنے مذہب کا اتباع واجب ہے لہذا شامی صاحب امام اہل سنت اور جمیع علمائے احناف کے نزدیک خشخشی داڑھی رکھنے کے سبب فاسق معلن ہیں۔

شامی صاحب اب امام اہل سنت اور علمائے احناف کے وہ اقوال ملاحظہ فرمائیں جن میں ایک مختلف فیہ حرام پر حکم تفسیق دیا گیا ہے۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر پھر علامہ زین بن نجیم مصری بحرالرائق پھر علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی غنیۃ ذوی الاحکام، پھر علامہ

مدقق محمد بن علی دمشقی درمختار پھر علامہ سیدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح سب علماء کتاب الصوم میں فرماتے ہیں:

المعنی للکل واللفظ للحاشیۃ الدر والغرر الاخذ من اللحیۃ وھی دون القبضۃ کما فعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلھا فعل مجوس الاعاجم والیھود والھنود بعض اجناس الافرنج

یعنی جب داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس میں کچھ لینا جس طرح بعض مغربی اور زنانے زنخے کرتے ہیں یہ کسی کے نزدیک حلال نہیں اور سب لے لینا ایرانی مجوسیوں اور یہودیوں اور ہندیوں اور بعض فرنگیوں کا فعل ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 22 صفحہ 652)

شامی صاحب !..... تمام جلیل القدر ائمہ دین کے نزدیک آپ جیسی داڑھی رکھنا مخنث نما مردوں کی نشانی ہے اور ان میں سے کسی کے نزدیک بھی ایسی داڑھی رکھنا جائز نہیں اور سب ہی منڈا دینا یہودیوں اور ہنود کا طریقہ ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

علامہ تورپشتی مصابیح پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مکی مرقاۃ پھر علامہ فتنی مجمع البحار پھر شیخ محقق لمعات میں فرماتے ہیں:

قص اللحیة کان من صنع الاعاجم وھو الیوم شعار کثیر من المشرکین کالافرنج والھنود ومن لاخلاق لھم فی الدین من الفرق الموسومة بالقلندریة طھر اللہ عنھم حوزة الدین۔

داڑھی تراشنا پارسیوں کا کام تھا اور اب تو بہت کافروں کا شعار ہے جیسے فرنگی، اور ہندو اور وہ فرقہ جس کا دین میں کچھ نہیں جو قلندریہ کہلاتے ہیں اللہ تعالی اسلامی حدود کو ان سے پاک کرے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 22 صفحہ 652)

اسی طرح فرماتے ہیں:

کواکب الدراری شرح صحیح بخاری امام کرمانی و مجمع میں ہے :

فسبحنہ ما اسخف عقول قوم طولوا الشارب واحفوا اللحی عکس ما علیہ فطرة جمیع الامم قد بدلوا فطرتھم نعوذ باللہ۔

سبحان اللہ کس قدر پوچ عقل ہے ان لوگوں کی جنھوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں پست کیں برعکس اس خصلت کے جس پر تمام امم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فطرت ہے انھوں نے اپنی اصل خلقت ہی بدل دی خدا کی پناہ۔

(فتاوی رضویہ، جلد 22 صفحہ 653)

ارشاد فرماتے ہیں:
مفہم شرح صحیح مسلم للعلامۃ القرطبی پھر اتحاف السادۃ المتقین میں ہے:

لایجوز حلقھا ولانتفھا ولاقص الکثیر منھا۔
داڑھی کا نہ مونڈنا جائز، نہ چننا، نہ زیادہ کترنا۔
(فتاوی رضویہ، جلد 22 صفحہ 654)

اس کے بعد فرماتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وحضرت عبداللہ بن عمر وحضرت ابوہرہ وغیرہما صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے افعال واقوال اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ ومحرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالی عنہما وعامہ کتب فقہ وحدیث کی تصریح سے اس کی حد یکمشت ہے۔ابھی نصوص علماء سے گزرا کہ اس سے کم کرنا کسی نے حلال نہ جانا۔
(فتاوی رضویہ، جلد 22 صفحہ 655)

قارئین کرام!.... امام اہل سنت نے جمیع علمائے احناف کے صریح اقوال سے یہ ثابت فرما دیا کے تمام کے نزدیک چھوٹی داڑھی رکھنا ناجائز وحرام ہے اور ایسا شخص فاسق معلن ہے لہذا ثاقب اقبال شامی صاحب کا فاسق معلن ہونا ان

جلیل القدر ائمہ کے اقوال سے بالکل ظاہر ہے۔

اللہ توبہ کی توفیق دے...

بحمدہ تعالی شامی صاحب کی کتاب ''مسلک اعتدال'' کا ردّ تام ہوا باقی ہم وجوب توفیر لحیہ پر تفصیلی کلام کے لئے مستقل کتاب لکھیں گے ان شاء اللہ عزوجل۔

خاک پائے غوث ورضا
حیدر علی قادری غفرلہ
صفر المظفر ۱۴۴۰ھ